خدا بخش لائبریری

جرنل

۴۰

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

خدا بخش لائبریری

جرنل

پٹنہ

۴۰

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

رجسٹریشن نمبر ۲۳۳۴۴/۷۷

۱۹۸۷ء

چالیسواں شمارہ ۴۰

قیمت فی پرچہ : ۱۵ رُپے
سالانہ : ۶۰ رُپے (ہند)
: ۱۲ ڈالر (ایشیا)
: ۲۴ ڈالر (دیگر ممالک)

فہرست

محبوب حسین نے اردو حصہ پٹنہ لیتھو پریس، رمنا لین، پٹنہ سے اور انگریزی حصہ لبرٹی آرٹ پریس دہلی سے چھپوا کر
خدابخش لائبریری سے شائع کیا

ایڈیٹر: عابد رضا بیدار

کیمیائے سعادت

نسخۂ بانکی پور

خود نوشتِ غزالی ہونے کے داعیے پر تحقیق اور انتقاد

ابو سعاد جلیلی
(کراچی)

کتاب خانہ خدا بخش میں مخزونہ ایک قدیم مخطوطہ "کیمیائے سعادت" کے سرِ ورق پر درج عہدِ عالمگیری کی یہ تحریر کیٹلاگ میں خصوصیت سے منقول ہوئی ہے[۱]:

"از مردمِ ثقاۃ ہم چو میرزا محمد زاہد مرحوم[۲] صدر کابل و مولوی عبد الحکیم و میاں محمد فاضل مرحوم گجراتی مسموع شدہ کہ خطِ قدیم این کتاب شریف و نسخۂ لطیف خطِ امام الہمام قدوۃ العارفین اسوۃ السالکین امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ است و چند جزءِ اوّل و چہار ورقِ آخر بخطِ کاتب است۔"

امام غزالی (۴۵۰ تا ۵۰۵ھ / مطابق ۱۰۵۸ تا ۱۱۱۱ء) جیسی برگزیدہ شخصیت کے خاص حوالے سے طویل مدت سے یہ فرض کیا جاتا رہا ہے کہ یہ نسخہ انہی کے خطِ مبارک کی یادگار ہے۔ اس مناسبت سے غزالی سے منسوب اوراق کی خالصۃً فنی تشخیص ان کے عہد کی فارسی تحریر یعنی املا اور طرزِ خط کو معیار بنا کر کرنے کی کاوش کی گئی ہے تاکہ اس ادعا کی حقیقت و اصلیت آشکار ہو سکے۔ "کیمیائے سعادت" جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے ضخیم تر عربی کتاب "احیاء العلوم الدین" کے مطالب و مندرجات کی فارسی تلخیص ہے جو غزالی نے جامعہ نظامیہ بغداد کے سربراہ کا عہدہ ترک کرنے کے بعد نالے طویل سفر سے مراجعت پر ۴۹۰/۵۰۰ھ[۳] کے درمیان تصنیف کی۔ یوں ان کے دستِ خاص کے کسی مخطوطے کو ۴۹۰ ہجری کے اگلے پندرہ برسوں کا لکھا ہوا ہونا چاہیے اور ایسے کسی

---

۱ مولوی عبد المقتدر خاں: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے عربی فارسی مخطوطات کا کیٹلاگ ملاحظہ ہو جلد ۱۶ ص ۲، محولہ بالا اور دیگر متعلقہ اندراجات۔ ۲ میرزا ہد عہدِ اورنگ زیب میں ہو گزرے ہیں تذکروں کی رُو سے اپنے وقتوں میں علوم معقولات کے معروف اسکالر ہوئے ہیں۔ ۳ پروفیسر جلال ہمائی: "غزالی نامہ" تہران ۱۳۱۸ھ ص ۲۳۲ جن کے مؤید صاحبِ "سبک شناسی" ملک الشعراء بہار اور مصحح "کیمیائے سعادت" استاد احمد آرام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی ایک گزشتہ تحریر "معارف" مئی ۱۹۶۲ء "کیمیائے سعادت کا ادبی مقام و مرتبہ" ص ۳۴۳

مفروضہ نسخے کو معاصرِ غزالی فارسی رسمِ خط کی اساس پر ہی پرکھا جا سکتا ہے۔

ہم نے اس تعلق سے بمبئی ہی میں مقیم دو بزرگ علماء کو اس قدیم مخطوطے کا مقابلہ دکھا کر بنفسِ نفیس فرمانے کی زحمت دینے کے علاوہ دیگر ہم عصر افاضل کے ملاحظے میں اس قلمی نسخے کی مختصر مائیکروفلم اور چند تصویریں گزار کر اُن کی آرائے گرامی سے بھی استفاضے کی حقیر مساعی کی ہیں۔ عہدِ موجود کے ان "مردمِ ثقات" کے نہایت فاضلانہ افادات میں احتمال و تشکیک کی کسی نوع کی گنجائش نہیں ہے اور خالصۃً علمی اور فنی نوعیت کے دلائل و براہین پر مبنی ان کے فرمودات سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تمام اکابر کی خدماتِ اقدس میں ہدیۂ تشکرات و تکریمات نذر ہے کہ ان کے سرچشمۂ فضل و کمال نے ایک بے مایہ و بے بضاعت سے طالبِ علم اور ذرّۂ بے مقدار و خزف ریزہ سے سائل کی تشنگی دور کی ہے اور مُسَلَّمُ الثبوت انداز میں زیرِ نظر اشکال کے حل کے لیے رہبری کی زحمات ان صاحبِ الرائے بزرگوں نے گوارا فرمائی ہیں۔ راقم الحروف کی انتہائی بدقسمتی کہ اس کو فیض یاب فرمانے والے ان علمائے عصر کے منجملہ چند بزرگانِ کار کی رحلت کے سانحات اندریں اثنا رونما ہو چکے ہیں اور بوجوہ کافی عرصہ بعد اس حقیر کاوش کا ماحصل پیش کرتے ہوئے ان سب نفوسِ قدسی سے محرومی کا احساس آج افزوں تر ہو رہا ہے۔ اعلیٰ اللہ مقامہم اجمعین۔

معاصرِ غزالی خط و املا پر انحصار

مخطوطات کی قدامت کا تعین املائی خصوصیات کی بناء پر ہی نہیں ہو جاتا ہے بلکہ دیگر کئی امور و نکات کو بھی پیشِ نگاہ رکھنا ناگزیر ہوتا ہے۔ استاذ الاساتذہ[۱] ڈاکٹر محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی رُو سے "کسی مرتبِ فہرست کے بیان پر تنقید کرنے سے پہلے خود ناقد کو بعینہٖ اس نسخے کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے بعد رائے قائم کرنی چاہیے"[۲]۔ اس طرح اس کے سامنے بہت سارے دیگر اہم پہلو رہیں گے جن کے بغیر تحقیقی مطالعہ تشنۂ تکمیل ہوگا اور پروفیسر نظام الدین کے ہی ایک اور فرمان کے الفاظ میں "تا وقتیکہ اصل نسخہ نہ دیکھا جائے

---

[۱] خاکسار کے معلّمِ اوّل اور دانشمندِ نقید ڈاکٹر محمد عبد المنان علیہ رحمۃ سابق ریڈر شعبۂ فارسی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے معتمد و افاضل شاگرد پروفیسر فارسی سید کلیم اللہ حسینی و غلام دستگیر رشید نیز سید مبارز الدین رفعت صاحبان اور ڈاکٹر رضیہ اکبر حسن، ڈاکٹر شریف النساء بیگم ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب مرحوم و مغفور کے نہایت درجہ عزیز و ارشد شاگرد رہ چکے ہیں۔

[۲] ڈاکٹر نظام الدین: مکتوب نامہ مورخہ ۱۱-۸-۱۹۶۲ء

اور اس کے عین کاغذ، سیاہی اور رسم الخط وغیرہ کی جانچ نہ کی جائے" اس کا عہد بالکل صحیح صحیح دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا۔ پروفیسر اے جے آربری ماصوف علیہ کے فرمودات کی بھی روشنی میں یہی لوازم براہ راست زیر مطالعہ و تحقیق رہنے چاہئیں:[1]

I have found that for a reasonable reliable judgement in such matters it is necessary to see the manuscript itself; a photograph, however good, can not reproduce the precise quality and state of the paper and the ink, which are often essential features in determining the dates of medieval manuscripts.[2]

پروفیسر آربری نے مزید صراحت کرتے ہوئے بالاصرار ارشاد کیا:[3]

I think it is impossible to assign even an approximate date to a persian MS. in the medieval Naskh Hand unless one can handle the MS and examine its paper and ink.

استاد احمد آتش نے تقریباً انھی گوشوں پر سوچ بچار کی تاکید فرمائی:[4]

______ In order to give the final answer, one has to take the ink with which it is written and the kind of paper used, into consideration.

پروفیسر مجتبیٰ مینوی نے مخطوطے کی تحریر کے علاوہ دیگر نکات کی اہمیت ظاہر فرماتے ہوئے تحریر کیا:

If other particulars of the original, such as paper

---

[1] ڈاکٹر نظام الدین: مکتوب مورخہ ۱۱-۷-۶۲ء [2] پروفیسر آربری: والا نامہ ۶-۳-۱۹۶۳ء

[3] پروفیسر آربری: مکتوب مورخہ ۹-۴-۶۳ء

[4] پروفیسر احمد آتش، سربراہ شرقیات انسٹی ٹیوٹ استانبول یونیورسٹی: نوازش نامہ مورخہ ۲۷-۱-۱۹۶۴ء

and ink, are observed, I may date differently[1]

تاہم ان فنی ضروریات اور لوازم کی مسلّم قدر و قیمت کے باوجود اس نسخے کا حصول یا اس کا سفر پیشِ نظر دونوں عملاً ناممکن تھے۔ حسنِ اتفاق بلکہ اس عاجزانہ منصوبے کی غایت درجہ خوش بختی کہ کتاب خانۂ بانکی پور کے بیش قیمت علمی خزائن قاضی عبدالودود علیہ رحمۃ اور پروفیسر سید حسن جیسے گرامی قدر و گرامی منزلت بزرگوں کی دسترس میں تھے اور دونوں ذی مرتبت علماء نے خصوصیت سے اس نسخہ "کیمیائے سعادت" کا معاینہ و مقابلہ کرنے کی تکلیف گوارا فرما کر فاضلانہ رائیں عطا کیں۔ مخطوطے کی تصاویر گزرانے پر تذکرہ اور دیگر افاضل نے جو ملاحظات سپردِ قلم فرمائے وہ قلمی نسخوں سے متعلقہ تاریخی حقائق کی روشنی میں وہ بھی حتمی اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ خاکسار کا ایقان ہے کہ مخطوطات سے ظاہر ہونے والی فارسی املا کی ارتقائی کیفیات کے شواہد نیز قلمی نسخوں سے تقابل و تجزیے پر مبنی و منحصر افاداتِ عالیہ اس علمی و فنی بحث کو ایک نتیجہ خیز نکتے تک پہنچانے میں بھرپور طور پر بااثر نمائندگی کرتے ہیں۔ غزالی کے ہم عصر اور مابعد کے بھی قرنوں تک فارسی رسم خط کی چند نمایاں خصوصیات بے حد توجہ طلب ہیں:

۱۔ اس کا ایک بہت زیادہ معروف اور اہم عنصر تھا دالِ مہملہ اور ذالِ معجمہ کا فرق و امتیاز جس کی ممکنہ تفصیلات کی جمع آوری کی کاوش آئندہ صفحات میں کی گئی ہے۔

۲۔ حرفِ بیان و علت "کہ" (چنداں کہ، زیرا کہ، شخصی کہ) کا املا بجائے ہائے مختفی کے یائے معروف کے ساتھ بصورت 'کی' تھا؛ ساتویں صدی ہجری کے اخیر کے نسخوں میں 'کی' کے پہلو بہ پہلو 'کہ' کی شکل بھی عیاں ہو کر اور ازاں بعد یہی شکل جاری ہو گئی۔

۳۔ اسی طرح 'چہ' ان دنوں 'چی' لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس طرز میں 'کہ' کی طرح ہائے مختفی کی یائے معروف سے تبدیلی کے علاوہ فارسی 'چ' بھی عربی 'ج' سے لکھا ہوا ہے۔ اس دوسرے رجحان یعنی فارسی آوازوں کو عربی ابجد میں ہی محدود کر دینے کے تحت چند دیگر ایرانی اصوات بھی آتی ہیں جن پر آگے عرض کیا جا رہا ہے۔

۴۔ 'کہ' اور 'چہ' پر ختم ہونے والے کلمات "آنکہ" اور "آنچہ" میں ہائے مختفی کے بغیر اسم سابقہ کو پورا پورا یوں لکھا جاتا تھا: 'آنک'، 'بلک'، 'چنانک'، نیز 'آنچ'، 'چنانچ'، 'چندانچ'۔

۵۔ الف پر مختتم الفاظ کی اضافت ہمزہ سے ظاہر کی جاتی تھی جیسے فی الوقت مروجہ طرز پر

---

[1] پروفیسر مجتبیٰ مینوی، تہران یونیورسٹی: نامۂ مبارک مورخہ ۶-۳-۱۹۶۵ء

"علمای اسلام" کی بجائے "علمارِ اسلام"، نام ہاءِ ایشاں، چیز ہاءِ او، لشکر ہا، رجال، سال ہاءِ بدید۔

اس تعلق سے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اضافتوں کے لیے فارسی رسوم املا میں چار طریقے رائج رہے ہیں:

(الف) مذکورہ طرزِ کتابت قدیم ترین تھا اندازاً آٹھویں صدی ہجری تک بھی آج کل کے طریقے یعنی ہمزہ ذیل نمبر ب، کے ساتھ اس کا وجود رہا؛

(ب) رائج الوقت املا یائے معروف کے ساتھ ہے جیسے دریای زخار اور عصای چوبین،
یہ ساتویں صدی ہجری کے ربع آخر کے مخطوطات سے ملتا ہے؛

(ج) تیسرا انداز تھا الف پر مد کا اضافہ جس کا مثالی نمونہ ہے: ماوراۤ نہر۔

(د) چوتھا قاعدہ الف کے ملحق ہمزہ نیز یائے معروف اور مکان تینوں میں سے کسی کے بھی اضافے کے بغیر سیدھا سادہ لکھا ہوا کرتا تھا۔ جیسے انتہا مراحل اور البقا ایر جو فارسی جدید میں انتہای مراحل وغیرہ ہیں۔

مذکورۂ بالا دو طریقوں ج اور د کا عمل دخل بڑا محدود تھا اور کم ہی زیرِ استعمال رہے۔ اب باقی ماندہ قاعدوں کی تفصیل پیش ہے۔

۶- زیرِ مطالعہ صدیوں میں الف پر مد بھی نہیں ملتا مثلاً آں/اں، آوازہ/اوازہ، نیا فرید/ نیافرید۔ الف ممدودہ ساتویں صدی کے آخر کا اضافہ ہے۔

۷- سابقہ اضافت "بہ" کو علٰحدہ نہیں بلکہ ملا کر لکھتے تھے جیسے بدست کی جگہ بدست، بروز/ بروز۔

۸- یائے معروف پر مختتم الفاظ کی ی پر ہمزہ کا اضافہ (گوی/گوئی، جدای/جدائی) ساتویں صدی کے بعد کے مخطوطات سے ظاہر ہونا شروع ہوا۔

۹- ایسے الفاظ کو دو یا پر ختم کرنے کا رواج البتہ عہدِ غزالی میں تھا یعنی خوی/خویی اور اس میں کی پہلی ی کبھی بلا نقطہ بھی تحریر ہوتی تھی۔

۱۰ الف زائد پر ہمزہ (فضایل، قایم) نہیں لکھا جاتا تھا نیز ملحقہ ی کہیں بکثرت اور کہیں عموماً بغیر نقطوں کے لکھی جاتی تھی۔

۱۱- ازو اور ازاں جیسے الفاظ کو "ہمزۂ اوایل ضمایر" کے بنا ہی یوں کتابت کیا جاتا تھا: ازو،

انیس، از ایشاں۔

مزید برآں ذیل کے املائی خصائص پر عربی رسم خط کی اثراندازی قابلِ ملاحظہ ہے جو پانچویں / چھٹی صدیوں کے فارسی نسخوں میں علانیہ ظاہر ہوتی ہے:

۱۲- چند الفاظ میں ت کے لیے طا مولفہ لکھنا جیسے تلخ / طلخ۔ علامہ قزوینی نے المعجم کے ایک مخطوطے کے حوالے سے لکھا ہے:

"در کتاب المعجم فی معاییر اشعار العجم لمحمد بن قیس الرازی نسخۂ قدیمی (بدون تاریخ) موزۂ بریطانیۂ نیز دو سہ مورد (ص ۵۶، ۱۲۹، ۲۱۷، ۲۵۳ از طبع بیروت) وراقم سطور کلمۂ تلخ را "طلخ" با طاء مؤلفہ نوشتہ است وظاہراً این طرز املا از اثر غلبۂ نفوذ عرب بودہ است مانند کلمات صد وشصت وطپانچہ وغلطیدن ونحو ذلک" [۱]

۱۳- اوپر کے قاعدہ ۵ میں مذکورہ الف پر مختتم الفاظ کی اضافتوں میں سے ہمزہ (اعلماء دینی، لشکر ہا اعراں) بھی عربی سے مستعار تھا۔ ایسے کلموں پر ہمزہ کے اضافے سے جمع کے کچھ صیغے وضع کیے گئے نیز چند تراکیب بھی اختراع کی گئیں۔ مکتوبی ہمزہ بہر طور اپنا وجود آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔

۱۴- پانچویں اور چھٹی صدیوں میں کیا خاصا بعد بھی کاف فارسی یعنے گ نہیں لکھا جاتا تھا اور دو سرکشی والا موجودہ روپ کافی آگے ایجاد ہوا۔

۱۵- علاوہ ازیں چ، پ اور ژ کی ایرانی آوازوں کو بھی سکہ بند اصول کے بطور عربی حروف ج، ب، ز سے ظاہر کرنے پر قناعت کی جاتی تھی۔ یہ بھی رائج الوقت روپ بہت بعد میں فارسی لکھائی میں اضافہ کیے گئے۔ فی الجملہ ذالِ معجمہ اور دالِ مہملہ کے مکتوبی فرق کے بعد معاصر غزالی خط و املا میں فارسی کی اپنی منفرد و مخصوص ایسی سب اصوات کے لیے عربی لکھائی کے روپوں پر انحصار و اکتفا دوسری بہت بڑی خصوصیت ہے۔

---

[۱] میرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی: مقدمۂ مصحح تاریخ جہاں گشای جوینی: ج ۱ ص ... حاشیہ ...

عرض کردہ اطلاعات کے بنیادی ذرایع و مآخذ کی وضاحت حاشیے میں نذر ہے[۵]

ذالِ معجمہ اور دالِ مہملہ کے مباحث

قدیم فارسی خط میں ذالِ معجمہ (اعجام: نقطہ لگانا) اور دالِ مہملہ کا فرق ایک اہم اور خاص جزو رہا ہے اور پانچویں (چھٹی) صدی ہجری سے منسوب کسی فارسی مخطوطے میں اس کی عدم موجودگی نسبت کے دعوے کی صحت کو مشتبہ امر بنا دیتی ہے۔

ذالِ معجمہ سے مراد کسی فارسی لفظ میں شامل دال کا وہ حرف ہے،

۱) جس پر اس کے سابقے کے طور کوئی متحرک حرفِ صحیح ہونے کی بنا پر نقطہ ڈالتے تھے: پدر/پذر،

---

[۵] ابجد: (ا) براؤن اور قزوینی کی مشمولہ قدیم فارسی تصانیف کے مقدمات جو قزوینی نے تحریر کیے خصوصاً جوینی کی تاریخ جہاں کشا کا مقدمۂ قزوینی۔ (ب) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا مقالہ "ذالِ معجمہ فارسی میں" مطبوعہ "ارمغانِ علمی پروفیسر محمد شفیع" لاہور ۱۹۵۵ء۔ (ج) ڈاکٹر نذیر احمد کا مقالہ مشمولہ "نقوش" مارچ ۱۹۶۳ء۔ (د) پروفیسر سید عبداللہ کا مقالہ مندرجہ "نذرِ رحمٰن" لاہور۔

ھوّز: اُن تمام فاضل معاصرین کے مکاتیبِ گرامی جنھیں اس مخطوطے پر فاضلانہ اظہارِ تاثر کے لیے زحمت دی گئی، ان علمی مکتوبات سے اقتباس کردہ اجزا آیندہ صفحات کی زینت ہیں۔

حطی: بہت سی پرانے قلمی نسخوں کی تصویریں اور عکسی نقول جو (ا) براؤن اور قزوینی کے مرتبہ ایڈیشنوں میں (ب) آربری کے مصوّر مجموعۂ مخطوطات عربی و فارسی مخزونہ انڈیا آفس میں۔ (ج) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کے "نذرِ رحمٰن" والے مقالے کے ساتھ۔ (د) "کیمیائے سعادت" کے احمد آرام ایڈیشن میں شریکِ اشاعت کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں:

(ہ) ایران کے کتاب خانۂ مجلسِ شورائے ملی تہران میں "کیمیائے سعادت" کے قدیم ترین محفوظ نسخے مورخہ ۶۸۴ھ کی تصویریں جو احمد آرام ایڈیشن کے ناشر آقائے صبوحی نے مرحمت کیں۔ "کیمیائے سعادت" کے مخطوطات کا راقم کی مرتبہ فہرست میں یہ سب سے متعاقب واقع ہوا ہے، کتاب کے سب سے اوّلین دو نسخے CHESTER BEATTY ذخیرے اور پشاور یونیورسٹی میں موجود ہیں جو علی الترتیب پروفیسر آربری اور ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مرحوم کے ارشادات کے مطابق ۶۰۰ھ اور ۶۰۲ھ کے کتابت کیے ہوئے ہیں۔

آمد/آمذ، جُدا/جذا، باشد/باشذ۔

(ب) یا جو اپنے ماقبل حرفِ علّت ہونے کے باعث نقطے سے لکھی جاتی تھی: افتاد/افتاذ، داوند/داوذند، نمود/نموذ، کودک/کوذک۔

دالِ مہملہ اصطلاحاً وہ ہے جس کے سابق ساکن حرفِ صحیح ہونے سے اُس کو بغیر نقطے کے لکھا جاتا ہو: گرداب، مُرد، پسند، مُردہ۔

معجمہ و مہملہ کے بین فرق کے ضمن میں علامہ قزوینی کی تشریح دیکھیے:[1]

ذال معجمہ فارسی در کلمات فارسی در دو موضع است: (۱) ہر گاہ ماقبل آن متحرک باشد چون آمذ و باشذ و مبذ و موبذ و زمرذ و نحو ہا کہ بلا استثنا ذال معجمہ است، (۲) ہر گاہ ماقبل آن یکی از حرف علت باشد چون افتاذ و باذ و نہاذ و آباذ و استاذ و بوذ و نموذ و بیذ و کشیذ و رفتیذ و گفتیذ و نحو ہا کہ نیز بلا استثنا ذال معجمہ است، ــــ اما دال فارسی فقط در یک موضع است و آن وقتی است کہ ماقبل آن ساکن و از حروف صحیح باشد چون مَرد و کَرد و آوَرد و دُزد و مُزد و بست و کمند و غیر ذالک کہ بلا استثنا دال مہملہ است۔

مہملہ اور معجمہ کے سلسلے میں ایرانی تحریر میں ذال کی آواز والے حرف کی ازمنۂ قدیم سے موجودگی کے تعلق سے چند بنیادی نکات کا اعادہ ضروری ہے۔ متعلقہ ایرانی اور بعد کے عرصے کی بھی علمی تحقیقات کا خلاصہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے گراں مایہ و گراں قدر الفاظ میں:[2]

---

[1] قزوینی: دیباچہ جہاں کشا ص ۔ نیز حاشیہ ص۱ [2] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: "ذال معجم فارسی میں" مطبوعہ "ارمغانِ علمی مولوی محمد شفیع" لاہور ۱۹۵۵ ص ۱۵۵/۱۵۶۔ بعد کی تحقیق و تدقیق کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر شوکت سبزواری کا "ذال معجم فارسی میں" در "غالب: نگر و فن" کراچی ۱۹۶۱ اور نیز سید قدرت نقوی: "غالب اور ذال معجم" در "صحیفہ" لاہور غالب نمبر ۱ جنوری ۱۹۶۹۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تحقیقات فائقہ سے کتاب کافی محسوس ہوتی ہے۔

"'ذ' قدیم تر زبان میں 'ت' تھی جو بعد کی زبان میں 'ذ' ہو گئی لیکن پہلوی میں کتابت اور تلفظ کے اختلاف کے باعث یہ دریافت کرنا مشکل تھا کہ 'ت' کی تحویل 'ذ' میں کب ہوئی۔ مزید تحقیق سے یہ مشکل یوں حل ہوئی:

(الف) سریانی ادب میں ایران کا ذکر اکثر آیا ہے جس میں ایرانی الفاظ اور اسمائے علم بھی ملتے ہیں۔ تیسری صدی عیسوی کے اوائل کی سریانی تحریروں میں ان لفظوں یا ناموں میں حرفِ علت کے بعد بھی 'ت' ہی ملتی ہے۔ چوتھی صدی کی بعض سریانی تحریروں میں ایسی 'ت' کی جگہ 'د' پائی جاتی ہے مگر پانچویں صدی اور اس کے بعد کی سریانی میں تو اکثر کے ساتھ 'د' ہی ہے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ چوتھی صدی میں ایران کی زبان میں اس 'ت' کا تلفظ تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا اور پانچویں صدی میں یہ تبدیلی تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔

(ب) سریانی حروفِ تہجی میں 'ذ' کے لیے الگ حرف نہیں بلکہ 'د' سے 'ذ' کا بھی کام نکلتا ہے اس طرح کہ جب 'ذ' سے پہلے کوئی حرف علت ممدود یا قصیر واقع ہو تو اس 'د' کا تلفظ 'ذ' ہوتا ہے۔ جس طرح فارسی[1] میں اسی طرح سریانی میں 'ذ' سے کوئی لفظ شروع نہیں ہوتا۔

(ج) اسلامی دور میں تقریباً ۶۰۰ ہجری تک 'ذ' فارسی زبان میں برقرار رہی اور املا میں بعض لفظوں میں اب تک ہے اس لیے وہ 'ذ' تبدیل ہو کر 'د' نہیں ہوئی جیسے آذر، پذیرفتن، گذشتن وغیرہ۔ باقی لفظوں میں رفتہ رفتہ 'ذ' کی جگہ 'د' نے لے لی اور بجز چند لفظوں آذر وغیرہ پر اس دوسری تحویل کا اثر نہیں ہوا وہ مستثنیٰ قرار پائے۔

ان تین مقدموں سے ثابت ہے کہ چوتھی صدی عیسوی سے لیکر تیرھویں صدی عیسوی تک فارسی زبان میں 'ذ' پوری طرح متمکن رہی۔ اور بعض لفظوں میں اب تک ہے، گو تلفظ کی جہت سے 'ذ' ان چند لفظوں میں 'ز' کے مماثل ہو گئی ہے۔"

---

[1] کسی فارسی لفظ کے ذال سے آغاز کے سلسلے پر پروفیسر جانسن کی رائے سے بھی کہ یہ مشکل سے زبانِ فارسی میں ایک دو لفظوں کے شروع میں آتی ہے "لغت فارسی و عربی و انگریزی ۱۹۱۵ء" جو مولوی سلیم جعفر کے بقول یہ ہیں: "ذکرا (ایک قسم کا قلاب) اور ذوش (مزاج)" جانسن و جعفر اور ویسٹ کے حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو: سلیم جعفر "فارسی میں ذال معجمہ"، "نیا دور" کراچی شمارہ [illegible] صفحہ ۳۶

اس کے بعد پہلوی اور اوستائی رسوم خط میں 'ذ' کی آواز کے رویوں پر ڈاکٹر صاحب نے لکھا:

"۔۱۸۹ میں مانی کے مذہب سے متعلق ایک ذخیرہ قلمی کتابوں کے اجزا اور منتشر اوراق کا چینی ترکستان کے ایک مقام ترفان/ تورفان نام میں برآمد ہوا جو بیشتر سریانی حرفوں اور فارسی زبان میں ہے۔ اس میں مانی اور اس کے پیروؤں کی تصنیفیں ہیں جن کا زیادہ حصہ تیسری صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے اور جس سے ساسانی عہد کی زبان میں 'ذ' کا وجود پوری طرح ثابت ہے۔

یورپ کے محققوں نے اوستا اور پہلوی زبانوں کی کتابوں کے متن اور شرحیں پچھلے زمانے میں شایع کی ہیں جن سے ایران کی پرانی زبانوں کے متعلق ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ:

(الف) قدیم 'ت' لفظ کے شروع میں اب تک اپنے حال پر قایم ہے جیسا چہ ترش، تُند، تیز وغیرہ لفظوں کی پرانی صورتوں میں بھی پہلا حرف 'ت' ہی تھا۔

(ب) لیکن 'ت'، اگر حرف علّت ممدود الف یا واو یا یای یا حرفِ علّت مقصور زبر یا زیر یا پیش کے بعد واقع ہوتی تھی تو درمیانی دور کی زبان میں وہ 'ت' بدل کر 'ذ' ہو گئی تھی۔ چنان چہ قدیم زبان میں 'دات' 'عطا ہوا' کے معنی پر، درمیانی دور کی زبان میں 'داذ' (پہلوی کتابت 'دات' مگر تلفظ 'داذ')، اور فارسی اسلامی میں 'باذ/ باد'۔ اسی طرح 'بوت' سے 'بوذ/ بود' وغیرہ۔

ج قدیمی 'ذ' درمیانی اور اسلامی دور میں کہیں 'ہ' ہو گئی ہے جیسے اوستا: 'سپاذ' س ساکن ذ مفتوح سے 'سپاہ' اور کہیں 'ی' جیسے اوستا 'مذُ' م مفتوح ذ مضموم سے 'مَی' بمعنی شراب۔ یہ 'ی' آگے چل کر کہیں ساقط بھی ہو گئی ہے جیسے اوستا 'پاذ' ذ مفتوح سے 'پای' اور پھر 'پا'۔[1]

یہ امر تاریخی حقائق و شواہد کی بنا پر مسلّم الثبوت بھی ہے اور متفق علیہ بھی کہ استیلاے عرب کے بعد ایران کی اپنی زبان موسومہ پہلوی المعروف بہ فارسیٔ قدیم کا مخصوص اور باستانی رسم خط بالکلیہ متروک ہوا اور عربی کا مروّجہ املا اس زبان کی اپنی تحریر کے لیے نافذ یا جاری یا اختیار کیا گیا جس میں پہلوی کی منفرد اصوات گویا عجمی یا غیر عربی آوازوں کے اظہار کے لیے فی الفور اور ظنّی عرصے تک عربی ابجد پر ہی انحصار کیا گیا اور اسی کی

---

[1] ڈاکٹر صدیقی حوالۂ گزشتہ ص ۱۵۶/۱۵۷۔

ضروری تفصیلات عرض کی جا چکی ہیں۔ دوسری جانب ذال کے خاص حوالے سے یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ذال ایرانی املا میں ایک طویل زمانے سے موجود ہے اور اس کو پہلوی یا فارسی ماننے میں کوئی امر موجب اشتباہ نہیں ہے۔ علیٰ اسی تناظر میں یہ امر بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عربوں نے ذال والے جن فارسی الفاظ کو عربی میں اپناتے ہوئے بوقت تحریر دال پر نقطہ اضافہ کر دیا خود ایران والے بھی اپنی زبان کے اس نئے اور عربی سے ماخوذ رسم خط میں اپنے ہی ان الفاظ کو اسی نئی معرب شکل میں بعینہٖ قبول کرنے لگے۔ اسی صورت حال پر علامہ قزوینی کی تحقیق اور رائے یہ رہی ہے کہ:

"تلفظ ایشان بذال چگونہ بودہ (شبیہ بدال عربی یا زای عربی یا صوت مخصوص دیگری) درست معلوم نیست ولی ظاہراً اشبہ اشیا بودہ است بذال عربی بدلایل عدیدہ کہ خوض در آن از حوصلۂ این دیباچہ بیرون است از جملہ آنکہ جمیع این نوع کلمات را کہ مشتمل بر ذال فارسی بودہ از قدیم در کلمات عرب داخل شدہ عرب ذال معجم فارسی را دائماً و در جمیع موارد بذال معجمۂ عربی تعریب یا تعبیر کردہ است مانند استاذ و باذام و زمرذ و لسذ و جہبذ و شوذر (چادر) و شاذروان و غیرہا در اسمای اجناس، و ہمذان و بغداذ و قباذ و خرداذبہ و غیرہا در اسمای اعلام، و اگر نہ آن بودی کہ ایرانیان این حرف را مانند ذال معجمۂ عربی یا اقرب اشیا بدان تلفظ میکردہ اند نہ بدال مہملہ کہ تلفظ کنونی ایران است این تعریب بذال معجمہ دلیلی نداشتی چہ خود دال مہملہ بر زبان عرب ثقیل نیست و در کلام عرب بی شمار است و علت مخصوص دیگری نیز تصور نمیتوان کرد برای اینکہ عرب دائماً و در جمیع مواقع دال مہملہ را بذال معجمہ تعریب نماید"[1]

پروفیسر براؤن نے قزوینی کے اس خیال کو پورا پورا تسلیم کیا اور تاریخ جہانگشا کے انگریزی مقدمے میں اس ساری تحقیق پر کامل غور و فکر کے بعد صاد کیا۔

تاہم ذال معجمہ پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا تاثر خاصا مختلف ہے:

"یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ 'ذ' عربی زبان کے ساتھ مخصوص نہیں اور 'ث' بھی مخصوص

---

[1] قزوینی: دیباچۂ جوینی ص نط ، ص

نہیں۔ سریانی اور یونانی اور قدیم ایرانی زبانوں میں یہ دونوں آوازیں موجود تھیں اور عربی میں جو لفظ ان زبانوں سے آئے ہیں ان میں یہی حرف ملتے ہیں۔ اس لیے یہ خیال صحیح نہیں کہ مثلاً فارسی لفظ 'استاد' میں 'د' [بے نقطے والی] تھی عربوں نے تصرف کرکے اُسے [نقطے والی] 'ذ' بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے ایرانیوں سے یہ لفظ سنا تو اس میں 'ذ' ہی سنی اور اسی طرح سے ادا کیا۔ خود ایرانیوں کی زبان میں بعد کو 'ذ' کی 'د' ہوگئی اور عربوں کے ہاں لفظ کی وہ صورت قائم رہی جو انھوں نے پہلے ایرانیوں سے سنی تھی۔"[1]

معجمہ کے اختیار اور ترک پر تحقیق و انتقاد

اب سوال یہ ہے کہ معجمہ اور مہملہ کا یہ دستور کتنا عرصہ جاری رہا نیز یہ فرق و امتیاز کس زمانے میں ترک ہونا شروع ہوا اور بالآخر کتنی مدت بعد یا کب ختم کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے یہ صراحت کرتے ہوئے کہ چھٹی صدی ہجری میں یہ قاعدہ ٹوٹنے لگا تھا یہ دو نتائج اخذ کیے:

"(١) اسلامی دور کے اوائل میں ایران کی زبان میں "ذال" موجود تھی اور پانچویں صدی ہجری تک بولنے اور لکھنے میں آتی تھی۔

(٢) چھٹی صدی سے 'ذ' کی جگہ 'د' بولنے کا رواج ہو چلا اور کچھ مدت بعد خاص کر عوام کو دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔"[2]

ہمارا دائرۂ کار چوں کہ اصلاً تحریر و املا میں ذالِ معجمہ کی موجودگی اور بعدہٗ بتدریج معدومیت پر محدود و مرتکز ہے اس لیے ثانی الذکر نکتے کے خاص حوالے سے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ کم از کم چھٹی صدی ہجری کے املا اور خط میں نقطہ دار ذال کا وجود ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جو بحث و تمحیص سے واقعتہً بے نیاز ہے۔ البتہ ایک بے نظیر مخطوطے کا حوالہ چندے بر تقاضائے احتیاط اور چندے بر سبیلِ تذکرہ ڈاکٹر محمد نظام الدین کے مکتوبِ مبارک سے پیش ہے جس میں پروفیسر ممدوح نے اس علمی انکشاف سے راقم کو مستفید فرمایا کہ:

"کل ہی کتب خانۂ آصفیہ میں 'جوامع الکلم'، نسخۂ آصفیہ ٩٤٦٩، از ابو الفتح قاہر بن ابی

---

[1] ڈاکٹر صدیقی بحوالۂ سابق ص ١٥٢ [2] ایضاً ص ١٥٣

جعفر بن احمد الخطاط الاصفہانی کی خود نوشتہ تحریر اور فارسی ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو سنہ ۵۲۴ ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں کوذک، بر ذ، رسید، امید کو ذال سے اور دربار، شتن وغیرہ کو دال سے لکھا ہے جو عین وسط صدی ششم کا اصلی رسم الخط سمجھا جا سکتا ہے۔ کاغذ وغیرہ سب چھٹی صدی ہجری کا ہے اور یہ نسخہ مثالی ہے۔[1] تاریخی آثار و شواہد کی رو سے چھٹی صدی ہجری کے بہت آگے بھی دال اور ذال الگ الگ لکھے جاتے تھے اور ساتویں صدی سے یہ امتیاز اٹھنے لگا تھا۔ اس خصوص میں سب سے پرانی روایت غزالی سے تقریباً سوا سو برس بعد "المعجم فی معاییر اشعار العجم" مصنفہ نزد ۶۳۰ھ کی ہے جس کے مطابق ایران میں چند مقامات پر یا علاقوں میں یہ دستور ساتویں صدی ہجری کے شروع میں غیر موجود تھا:

"در زبانِ اہلِ غزنین و بلخ و ماوراء النہر ذال معجم نیست و جملہ دالات مہملہ در لفظ آرند چنانکہ گفتہ اند:

اندر دو چو بینی مرا بدارے | پیش رخ رخشندہ دست عدا
چوں رنگ شراب از پیالہ گردد | رنگ رخت از پشت دست پیدا"[2]

صاف واضح ہے کہ ساتویں صدی کے ربع اول تک یہ طریقہ چند انتہائے ایران میں یا تو غیر متعارف رہا یا پھر متروک ہوا اور دونوں ہی امکانات ان دعووں کے کئی قلمی نسخوں سے ثابت ہوتے ہیں۔[3] استاد آربری نے راقم کے استفسار پر مکتوب بعنگ ۶۵۰ھ کو ترکِ ذال کا زمانہ بتاتے ہوئے ارشاد کیا:

——— There is no doubt that the statement on the ذال معجمہ which is made in the کتاب المعجم is amply confirmed by the evidence of existing manuscripts. I have myself noticed that the

---

[1] پروفیسر نظام الدین: گرامی نامہ مورخہ ۱۱-۷-۱۹۶۲ء بحوالہ مقدمہ جہاں کشا صفحہ ط [2] شمس رازی: کتاب المعجم ایڈیشن قزوینی صفحہ ۱۹۲۔ [3] قزوینی کا کہنا ہے کہ اسی بیان سے ثابت ہے کہ ان علاقوں میں یہ قاعدہ رائج ہی نہیں ہوا۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے اور آگے اس پر عرض کیا گیا ہے۔ [4] علامہ قزوینی کا فرمانا تھا کہ "از حدود قرن ہشتم ہجری بعد کجا نامعلوم بتدریج این تمیز از میانہ برداشتہ شد" قزوینی نے المعجم کی روایت سے یہ ایک اور نتیجہ نکالا تھا اور ان کی یہ رائے اسی کے تابع تھی۔ اس حوالے سے بھی معروضات آگے علیحدہ پیش ہیں۔

change in orthographical convention took place during the seventh century A.H."[1]

اسکالر ممدوح نے اپنے باتصویر اور بے مثال تذکرۂ مخطوطات سے چند حوالے بھی کرم نامے میں درج فرمائے ہیں جن کی ضروری وضاحت کے لیے حواشی ذیل ملاحظہ کیے جائیں:

"For instance, in my "Specimens of Arabic and Persian Paleography"[2] Plate 25[3] shows a Ms. dated 523 A.H. which has the ذال معجمہ; whereas plate 30 shows a Ms (of part of the same work) dated 730, which does not show this feature. Plate 26[4] (dated 636) but not in Plate 27[5] (dated 697)."

ان قیمتی مثالوں کے بعد پروفیسر آربری نے اس تاثر کا اظہار فرمایا کہ:

"I think there is overwhelming evidence that the change occurred CA. 650 A.H."

۱؎ پروفیسر آربری کا مکتوب مورخہ ۱۲-۶-۶۲ ۲؎ انڈیا آفس کے کتب خانے میں مخزونہ نسخوں کا مصور تذکرہ لندن ۱۹۳۹

۳؎ AL-SŪRĀBĀDĪ (FL. 460/1068): TAFSIR AL-QURĀN FOL. 75 B RABI II 523/MARCH-APRIL 1129 ↔ اسی پلیٹ ۲۵ میں حرف ذال معجمہ ہے یہ بھی قدیم فارسی مخطوطات کے بہت سے نمایاں عناصر موجود ہیں چنانچہ فاضل صاحبِ تذکرہ کے ہی بقول:

"______ The orthography exhibits all the archaic characteristics of old persian manuscripts."

۴؎ سنائی کا مثنوی کا حدیقہ اور یہ بھی قدیم طرز کے عمدہ نسخ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ۵؎ رومی کے فرزند سلطان ولد کا "ابتدا نامہ" یا ذکری (۶/۷ ویں) صدیوں کے اتصال کے وقت کی کتابت کی تبدیلی پذیر خصوصیات کو جامع ہے جن کے من جملہ ذال معجمہ کی عدم موجودگی صاف مترشح ہے۔

اغلب ہے کہ قریب ۶۳۰ھ کی کتاب المعجم کی روایت کی روشنی میں یہ قرار دینا زیادہ قرینِ صحت ہوگا کہ ۶۵۰ھ تک نہیں بلکہ اس سے بھی پچاس ایک برس پہلے اس تبدیلی کے آثار ہویدا ہوئے۔ پہلے پہل اور کچھ مدت تک اس دستور کو جھٹک سے اور پوری طرح چھوڑا نہیں جا سکا تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ فرق متروک ہونے لگا اور پھر اس میں بھی وقت لگا جس کے بعد مجرا ور مہملہ کی علٰحدہ علٰحدہ کتابت کا قاعدہ بالآخر ختم ہوگیا۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ترکِ ذال کے اس عمل کی اشاعت اور تکمیل میں کتنا عرصہ درکار ہوگا اور فارسی زبان و ادبیات کی وسیع و عریض سرزمین میں مختلف وقتوں میں الگ الگ علاقوں کے اندر ذالِ معجمہ کے خاتمے کے اس رجحان نے فروغ پایا ہوگا۔

علامہ قزوینی نے یہ حکم لگایا کہ ۸ ویں صدی ہجری تک ذال اور دال کی کتابت ٹکسالی اور اصولوں پر ہوا کرتی تھی اور اسی صدی میں غیر معلوم وجوہ سے یہ امتیاز اٹھ گیا:

"در جلہ فارسی زبان باستثنای بعضی[۱] نواحی کہ در متن اشارہ بدان شدہ است تا قرن ششم وہفتم بل ہشتم ہجری بامین دال و ذال فارسی تمیز میدادہ فرق میگذاشتہ اندہم در تلفظ (ظاہراً) وہم در کتابت (قطعاً) و در اغلب نسخ فارسی کہ اکنون بدست و قبل از قرن ہشتم ہجری استنساخ شدہ است ذالہای فارسی عموماً با نقطہ مسطور است ولی از حدود قرن ہشتم ہجری بجہة جہات نامعلوم بتدریج این تمیز از میانہ برداشتہ شدہ ذالہای معجمہ مندرجاً بدالہای مہملہ مبدل شدہ[۲]"

ہمارے سامنے "کیمیائے سعادت" کے ہی ایک نسخے مورخہ ۶۸۴ھ کے عکس[۳] ہیں جن میں ذالِ معجمہ قدیم اصول پر موجود ہے مگر اس کے پانچ برس بعد ۶۸۹ھ کے مخطوطہ "جہاں کشا" طبع قزوینی میں اس کا استعمال محدود ہے۔ "گلستان" کے ۶۶۸ھ کے ایک نسخے (سید عبداللہ: تحقیقات[۴]) میں ذالِ معجمہ کی کتابت ہوئی ہے۔

---

[۱] یہ وہی علاقے ہیں جہاں ۷ ویں صدی کی پہلی چوتھائی میں المعجم کے بیان کے بموجب معجمہ و مہملہ والا قاعدہ نہیں ہوا کرتا تھا، از قسم ماوراء النہر و بلخ و غزنین۔ [۲] قزوینی: مقدمۂ جہاں کشا ص ... حاشیہ ۱۔ [۳] تہران کے کتاب خانۂ مجلس شورای ملی کا مخطوطہ جس کے چند اوراق کی فوٹو کاپیاں راقم کو "کیمیائے سعادت" کے ناشر آقای صبوحی نے عنایتِ خاص سے ارسال فرمائیں۔ [۴] ڈاکٹر سید عبداللہ: خط کی کہانی مخطوطات کی زبانی "مقالہ نذرِ رحمی" لاہور ۱۹۶۶ء۔

لیکن "اخلاقِ ناصری" مورخہ ۶۶۶ھ (تختی ۱۲) اور ۶۷۷ھ کے قرآن مترجم (تختی ۱۱) کے مخطوطات میں یہ شامل املا نہیں ہے۔ ایک اور اچھوتا نمونہ نظامی کی مثنوی "مخزن الاسرار" کا ۔ ویں صدی (؟) والا نسخہ (تختی ۱۳) ہے جس میں کہیں ذالِ معجمہ کی پابندی کی گئی ہے اور کہیں اس کا اہتمام ہی نہیں کیا گیا۔ شاید یہ اُن وقتوں کا تحریر کردہ ہے جب مہملہ / معجمہ والا دستور ٹوٹنے لگا تھا کیوں کہ اس کی کتابت ۔ ویں صدی کے شروع کے نسخے سے ہی خاصی مماثلت رکھتی ہے۔ جیسا کہ پروفیسر کربری نے نشان دہی فرمائی۔ حدیقۂ سنائی کے ۶۲۳ھ والے مخطوطے (پلیٹ ۲۶) میں نقطہ دار اور ۶۹۷ھ کے "ابتدا نامہ" سلطان ولد (پلیٹ ۲۷) میں بغیر نقطہ کتابت ہوئی ہے۔

الغرض، ۔ ویں صدی کے شروع سے یہ امر مشاہدے میں آتا ہے کہ اس عرصے کے نسخوں میں املائی اصولوں میں اختلافات رونما ہونے لگا تھا جس میں معجمہ / مہملہ کا بتدریج کم ہوتا ہوا فرق علانیہ ظاہر ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ اختلافات نمایاں ہونے لگے اور سو برس آگے پتہ چلا کہ کتابت کا دوسری بڑی خصوصیات کے جلو میں دال / ذال کا امتیاز ترک کرنے کا رجحان اس اثنا میں پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ ۸ ویں صدی میں یہ فرق مٹنا شروع ہوا جیسا کہ علامہ قزوینی کا خیال ہے۔

پروفیسر نذیر احمد نے دو مخطوطات کی املائی خصوصیتوں کی اساس پر اس فرق کے خاتمے کو کافی سے زیادہ متعاقب زمانے تک طول دے دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ نے خاکسار کو اپنی ایک بیش بہا رعلمی دریافت سے مستفیض کرتے ہوئے تحریر فرمایا[۱]:

> "میرے پیشِ نظر دو قدیم نسخوں کے عکس ہیں ایک ۷۰۵ھ کا مکتوبہ اور دوسرا ۶۶۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ دونوں کی املائی خصوصیات بڑی قابلِ توجہ ہیں۔ دونوں میں دال اور ذال کا فرق بالکل نمایاں ہے، آید کہیں نہیں ہر جگہ آیذ ہی ہے۔ اسی طرح حرفِ بیان اور کافِ استفہام 'کہ' ہر جگہ بشکل 'کی' ہے اور اس میں کسی قسم کا استثنا نہیں۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کم از کم آٹھویں ساتویں صدی ہجری کے املا میں 'کہ' کو جگہ نہیں ملی تھی اور دال و ذال کا امتیاز بالکل باقی تھا۔ بائے فارسی، جیم فارسی اور زائے فارسی کا امتیاز ایک آدھ جگہ کر دیا گیا تھا۔ 'ی' بطور علامتِ اضافت کم استعمال ہوتی، اس کے بجائے ہمزہ کا چلن زیادہ تھا۔ مثلاً

---

[۱] پروفیسر نذیر احمد، صدر نشین شعبۂ ادبیاتِ فارسی مسلم یونیورسٹی، گرامی نامہ مورخہ ۲۷-۱۱-۱۹۶۲

چیز ہای او کے بجائے چیز ہا راو کی شکل لیتی ہے۔"

یعنی انھی شواہد سے تفصیلی استناد کے ساتھ بعد کے ایک مقالے "نالامی" پروفیسر صاحب محمود نے اسی ماثر کا اعادہ فرمایا کہ "ذال اور دال کا یہ فرق نویں صدی کے آخر تک برتا جاتا رہا، گو اس پر عمل درآمد کی سختی نویں صدی کی ابتدا سے کچھ کم ہونے لگی تھی"۔[۱]

اس بارہ خاص میں عرض یہ ہے کہ املا کی روایت بقول پروفیسر آربری اس کی خاطر کتابت کی متعدد مثالوں کی بنا پر تاریخی سند کی حیثیت رکھتی ہے، یعنے یہ کہ ابتداء ۸ویں صدی تک ہی دال اور ذال کا فرق برخاست ہونے لگا تھا۔ قبل ازیں مذکورہ چند مخطوطات کی تصاویر سے بغور استفادے پر ہم کو اس کلیے کو تسلیم کرنے میں تامل محسوس ہو رہا ہے کہ ۸ویں صدی کے اخیر کے املا میں معجمہ / مہملہ کا امتیاز بہمہ وجوہ باقی تھا۔ دیگر پختہ اور موثق شہادتوں کی موجودگی میں یہ بھی باور نہیں آتا کہ یہ طریقہ آیندہ چند صدیوں تک رائج رہا حتیٰ کہ ۹ویں صدی میں اختتام پذیر ہوا۔

یہاں ہم بطور احتیاط کچھ مزید نمونوں کے نام لیں گے۔ مثلاً "کیمیائے سعادت" کے احمد آرام ایڈیشن کا ۸ویں صدی کا نسخہ جس میں مطبوعہ نوٹوں کے مطابق ذال معجمہ لکھا ہی نہیں گیا اور یہی بات اس عہد کے بعض مخطوطات میں پائی جاتی ہے۔ جیسے آربری کا پلیٹ نمبر ۱ مورخہ ۷۳۰ھ اور سید عبداللہ تحفی نمبر ۱۴ مورخہ ۷۹۰ھ، عربی زبان کتاب کے متاخر نسخے۔ عہد غزالی یعنے ۵ویں صدی کی کتابت کی اور بہت سی خاصیتیں بھی جو اندریں اثنا رفتہ رفتہ مفقود یا معدوم ہو چکی تھیں آٹھویں صدی کے املا میں شاذ و نادر ہی بازیاب ہوں گی۔

زیرِ مطالعہ نسخہ' باکی پور پر نتیجہ خیز گفتگو کے نقطۂ نگاہ سے اندراج بحث کے تسلسل میں یہ سوال بھی مساوی طور پر اہم ہے کہ ذال معجمہ اور دال مہملہ کے امتیاز کا باقاعدہ اور بالکلیہ خاتمہ آخر کس صدی یا اس کے کس ربع یا نصف حصے میں قرار دینا قرینِ حقیقت ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی رائے میں بھی یہ آٹھویں صدی ہجری کا ہی زمانہ تھا جب یہ تفریق باضابطہ ختم ہوگئی۔ "لکھے پڑھے لوگ دونوں حرفوں میں تمیز کرتے رہے مگر عوام کی بولی میں "ذ" کی جگہ "د" کا استعمال بڑھتا گیا یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے ختم ہونے تک "د" نے "ذ" کو پوری طرح بے دخل کر دیا"۔[۲]

---

[۱] ڈاکٹر نذیر احمد: مقالہ "نقوش" مارچ ۱۹۶۳ بعنوان "تحقیق و تصحیح متن کے مسائل" ص ۱۳

[۲] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: مقالہ "ارمغانِ علمی" ص ۱۵۲

گزشتہ معروضات سے عیاں ہے کہ یہ ضابطہ طویل مدت تک مستعمل رہا ہے جس کے نتیجے میں اس کے تسلسل کا دورانیہ بھی مختصر عرصے کو محیط نہیں رہا ہے۔ کتاب المعجم کی روایت کی روشنی میں اس امتیاز کے ترک کی پہل ۷ویں صدی کے آغاز سے ہوئی اور بقول علامہ قزوینی ۸ ویں صدی کے دوران یہ طریقہ مٹ گیا تھا۔ ۸ ویں صدی کا ایسا مخطوطہ شاذونادر ہی ملتا ہے جس میں کاتب نے مہملہ اور معجمہ کو علیحدہ علیحدہ لکھا ہے اور وہ بھی محض جستہ جستہ۔ نسخ کی دیگر قدیم خصوصیتوں کے برخاست ہونے کے پہلو بہ پہلو جو تبدیلیاں واقع ہونے لگیں جن کے باعث شدہ شدہ املا کے سابقہ طریقے طاق نسیاں کی نذر ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ کتابت کے پرانے پرانے لوازم بیک جنبش قلم متروک نہیں ہو گئے بلکہ اس عمل میں وقت لگا اور مختلف مقامات پر بتدریج ان تبدیلیوں کی اشاعت اور مقبولیت عمل میں آئی حتیٰ کہ دو ڈھائی سو سال کی مدت میں دال و ذال کے فرق کے ساتھ دوسرے امتیازات ختم ہوئے۔ اس کا صحیح صحیح اندازہ اوائل دسویں صدی کے ایک خطی نسخے سے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے عناصر اس وقت تک پوری طرح ٹکسال سے باہر ہو چکے تھے:

مخدومی پروفیسر نذیر احمد صاحب قبلہ صدر نشین شعبۂ ادبیات فارسی مسلم یونیورسٹی کے سر اس غایت در جہ اہم علمی انکشاف کا سہرا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اس حقیر کو اپنی فاضلانہ دریافت سے اکتساب کا موقع اپنے نامۂ مبارک میں عطا کیا۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے تحریر فرمایا: "حال ہی میں جامی کے ایک چھوٹے معاصر کی تحریر دیکھنے میں آئی۔ اس نے لکھا ہے کہ اب (۹۲۵ھ) دال اور ذال کے امتیاز کا قاعدہ منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ نویں صدی کے آخر تک یہ قاعدہ متذ دال اور اس پر عمل ہوتا تھا"[1] (راقم سطور قبلاً عرض کر چکا ہے کہ ۸ ویں صدی کے نسخوں سے اس طرز املا کا باقی رہنا ثابت نہیں ہو پاتا۔) بعد ازاں فاضل موصوف نے اپنے مقالے[2] میں کچھ اور نکات مفصل طور پر بیان فرمائے: "دال اور ذال کا یہ فرق نویں صدی کے آخر تک برتا جاتا رہا گو اس پر عمل کی سختی نویں صدی کی ابتدا سے کچھ کم ہونے لگی تھی۔ رفتہ رفتہ دسویں صدی کے پہلے ربع سے یہ قاعدہ منسوخ ہو چکا ہے۔" مقالے میں اس مقام پر حاشیے میں پروفیسر نذیر احمد نے یہ اضافہ فرمایا ہے: "عطاء اللہ بن محمود حسینی نے اپنے ایک قدیم رسالے "تکمیل الصناعۃ" تالیف قبل ۹۰۳ھ کے مقطع (خاتمہ) پر مبنی ایک رسالے[3]

۱؎ ڈاکٹر نذیر احمد: مکتوب مورخہ ۲۰-۱۱-۶۲ء ۲؎ ڈاکٹر نذیر احمد: مقالہ نقوش مارچ ۶۳، بحوالۂ گزشتہ

۳؎ اس کا قلمی نسخہ پروفیسر سید مسعود حسین رضوی ادیب مغفور کے ذاتی کتب خانے میں ہے۔

میں جو ۹۲۵ھ میں مکمل ہوا لکھا ہے: "اما در این شہر اکثر ذال ہای معجمہ را بدال مہملہ می گویند و متعارف شدہ و قاعدۂ مذکور منسوخ شدہ۔"[1]

منقولہ اقتباس سے اس تاثر پر بھی مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے کہ ذالِ معجمہ کے ترک کی تحریک الگ الگ علاقوں اور مقامات میں علٰحدہ عرصے میں پھیلی اور کامیاب ہوئی۔ المعجم (مصنفہ ۶۳۰ھ) سے اس تاثر کی اولین سند پیش کی جا چکی ہے۔

دال مہملہ اور ذالِ اعجام کے فرق و امتیاز کے زمانی تعین کی تحقیق و تصدیق کے ساتھ ہی یہ جاننا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اصل فارسی ذال آج تک چند ایک مصادر (از قسم گذشتن، گذاشتن، پذیرفتن) اور لغات (آذر، تندر) میں اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس ذال کا فارسی الفاظ کے معرب روپوں کی ذالِ معجمہ (جیسے آمذ/آمذ، آیذ) سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کی موجودگی کی وجہ ایرانی زبان اور تحریر سے اس کا قدیم رشتہ ہے۔

ذال معجمہ اور دال مہملہ کے املائی فرق کے خاتمے کے ابتدائی عرصے سے متعلق مندرجات میں ہم نے حاشیے میں اشارہ کیا ہے کہ علامہ قزوینی کتاب المعجم کے بیان کردہ شہروں میں اس امتیاز کی اشاعت کے ہی قائل نہ تھے۔ انھوں نے جہاں گشا کے قدیم ترین مخطوطے مورخہ ۶۸۹ھ کو ملاحظہ کر کے یہ رائے قائم کی تھی کہ سارے ایرانی علاقوں میں ذالِ معجمہ کو اختیار ہی نہیں کیا گیا تھا اور یہ کہ صاحبِ المعجم نے جن بلاد کا نام لیا وہاں یہ فرق سرے سے موجود نہ تھا:

> "باوجود توغل این نسخہ در قدم (سنہ ۶۰۹) ذالہای فارسی کہ در اغلب نسخ معاصرہ و متأخرہ از این تاریخ از جہانگشای و غیر آن الی حدود سنہ ۸۰۰ ہجری ہمہ جا ذال با نقطہ مسطور است، در این نسخہ غالباً (با استثنای قلیلی مثل بجذاد کوذک و پذیرد و پذیرفت و نحو ذلک) ذال بی نقطہ مطابق تلفظ کنونی ایران نوشتہ شدہ است، و از اینجا میتوان استنباط نمود کہ معجم خواندن و نوشتن ذالہای فارسی در جمیع بلاد فارسی زبان تعمیم نداشتہ است و ظاہراً این نسخہ در یکی از نواحی نوشتہ شدہ کہ حتی در آن عصر نیز غالب

---

[1] ڈاکٹر نذیر احمد: محولہ مقالہ، حاشیہ ص ۱۲

ذالہای معجمہ فارسی را مانند کنونی دال مہملہ می‌خوانده و می‌نوشتہ‌اند و مؤید این احتمال یعنی این کہ اعجام ذالِ فارسی در آن عصر در جمیع نواحیِ فارسی زبان تعمیم نداشتہ آنست کہ شمس الدین محمد ابن قیس الرازی در کتاب المعجم فی معاییر اشعار العجم کہ در حدود سنہ ۶۳۰ھ تالیف شدہ گوید
—— الخ" (منقول از گزشتہ روایت) [لہ]

دراصل علامہ قزوینی نے ذال اور دال کے قاعدے کے ترک پر خود ملاحظات میں کوئی بحث نہیں فرمائی بلکہ رازی کے قول کا یہ مطلب اخذ فرمایا۔ مصنف المعجم کا منشا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بقول قزوینی ان مقامات میں دال/ذال والا اصول پہنچا ہی نہیں لیکن دوسری طرف کتاب کے ہم عصر کی ایک خطی نسخوں میں اس پر پورے التزام سے برتا ہی نہیں گیا۔ اس لیے اغلب تو یہی ہے کہ صاحب المعجم کا مطلب اس فرق کے رائج الوقت املا کے ختم ہوتے جانے سے تھا نہ کہ ان علاقوں میں سرے سے پائے ہی نہ جانے سے۔ ساتویں صدی ہجری کے پہلے پہلے سے لے کر آخر تک کے نسخوں میں اس امتیاز کے تدریجاً کم ہوتے جانے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سب علاقوں میں یہ طرز پھیلا ہوا تھا۔ کتابت کی دوسری خصوصیتیں باور کراتی ہیں کہ عربی سے مستعار اس رسمِ خط کے مشترک عناصر میں تدریجاً افزوں تر ہونے والی تبدیلیاں تھوڑے بہت زمانی فرق کے ساتھ ملک گیر اشاعت پا رہی تھیں اور اس میں چنداں تعجب کا محل نہیں۔ چنانچہ مثلاً ذال معجمہ اور دالِ مہملہ کے امتیاز نیز اس کے ترک کے بھی رجحانات بیک وقت زمانی فصل کے بھی حامل تھے اور مکانی فرق کے بھی۔

دونوں میں سے کسی ایک فرق کو صرفِ نظر کر دینے یا کسی ایک پر بحث و نظر کا کلیتہً دار و مدار رکھنے کے ہی نتیجے میں اشکال پیدا ہوتا ہے جو اتفاق بہت کم اور بڑی حد تک نظریاتی ہوا کرتا ہے۔ زمانی فصل اور مکانی فرق کے امکانات و اثرات کو ذہن نشین رکھا جائے تو ایک واضح نتیجے تک پہنچنا بالکل آسان اور قرینِ حقیقت ہو جاتا ہے۔ اصل میں کسی ایک کی نظر اندازی لازمی نتیجہ ہے اس عدم اعتنا کا جو قدیم مصنفین کی مکانی وابستگیوں کی دریافت و تدقیق کے تئیں ہمارے تحقیقاتی مزاج و منہاج کا لا طائل عرصے سے خاصہ رہا ہے۔ شخصیات اور تصانیف کے زمانہ ہائے وجود و تخلیق کے تعین کی طرح ایسے خالصتہً تکنیکی امور کی حد تک مکانی تعین ایک ناگزیر امر ہے جس پر عدم توجہ کے سبب اس نوع کے فنی پہلوؤں میں بحث و نگاہ کا انحصار و ارتکاز لازماً

لہ قزوینی: دیباچۂ جوینی صفحہ (فط)

زمانی توجہات پر ہوجاتا ہے اور یہیں سے نظری اور تشخیصی اشکال کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس مقطع میں آپڑی بے سخنی گسترانہ بات قسم کے جملۂ معترضہ کے بعد راقم اپنی حقیر تلاش و تدقیق کے نفسِ موضوع یعنی "کیمیاے سعادت" کے مخطوطۂ بانکی پور کی حقیقت و اصلیت کے تعین کی طرف رجوع کرتا ہے۔

معاصر افاضل کے مکاتیب گرامی

غزالی کے قریب ترین عرصے یعنے ۵ ویں / چھٹی صدیوں میں فارسی املا کے جو نمایاں اور اہم عناصر ہیں وہ زیر مطالعہ نسخۂ خدا بخش میں سرے سے مفقود بلکہ معدوم ہیں۔ ذال اور دال کی روایتی تفریق ہی نہیں، قریب قریب ساری ایسی خصوصیات اس میں بالکلیہ غیر موجود ہیں جو چند متعاقب صدیوں تک رائج ہیں۔ نتیجۃً پورے اعتماد سے عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس مخطوطے کو عہدِ غزالی کے خط اور املا سے مطلقاً کوئی نسبت نہیں ہے۔ خاکسار کا یہ بھی اندازہ ہے کہ فارسی رسم خط کی روایتی خصوصیتوں کی عدم موجودگی اور تبدیل شدہ املا کے اثرات کی رو سے اس قلمی نسخے کو ۱۰ ویں صدی سے زیادہ قدیم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اس خصوص میں بین الاقوامی سطح پر محترم و معزز علماے ایرانیات کے گراں مایہ و گراں قدر مکرمت ناموں سے استناد و استشہاد کی احتیاج یقیناً ہے جن سے راقم نے اکتسابِ ہنر کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان لائق صد عز و اکرام افاضل کی توجہ فرمائی اور طالب علم نوازی کا فیضان بذریعہ نامہ عام کرتے ہوے احقر العباد تمام گرامی قدر و گرامی مرتبت معاصرین کے تئیں سپاس و امتنان کا نذرانہ بہ صد عجز و نیاز پیش کرتا ہے۔

اولاً دوران مطالعہ جنھوں نے میری ہمت افزائی فرمائی وہ نام دو بزرگ اسکالروں کے افادات نذر ہیں۔ یعنے عالی جناب قاضی عبد الودود صاحب اور محترم المقام پروفیسر سید حسن صاحب ناظم اعلیٰ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی کہ دونوں حضرات نے "کیمیاے سعادت" کے متعلقہ نسخے کو بطورِ خاص ایک سے زاید بار ملاحظہ فرمایا اور دیگر قدیم مخطوطات سے اس کے تقابلی تجزیے کی زحمت بھی فرمائی۔

مرحوم و مغفور قاضی عبد الودود صاحب نے اپنے ایک نامۂ نوازشات میں یہ ارشاد کرتے ہوے کہ "کیمیاے سعادت کے اس نسخے کو جس کے بارے میں آپ نے دریافت کیا ہے میں نے پھر دیکھا" تحریر فرمایا کہ "ایک امر اس کے بطور کیف صانع ہے کہ کتاب اس عہد کی لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ 'بود'، 'نمود'، 'شاد'، 'شد' وغیرہ سے الفاظ اس میں دال بے نقطہ سے ہیں حالانکہ عہدِ غزالی میں بلکہ اس کے آگے تک بھی ذال نقطہ دار سے لکھے جاتے تھے"[۱]

---

[۱] قاضی عبد الودود: مکتوب بنام مورخہ ۳۰-۱-۱۹۶۲ء

دوسرے مکتوب میں آپ نے مطلع فرمایا: "میں نے کیمیائے سعادت کے اس نسخہ کو دوبارہ دیکھا۔ کاغذ کے بارے میں میں اتنا علم نہیں رکھتا کہ یہ کہہ سکوں کس زمانے کا ہے۔ لیکن اس میں باذ، بجُذ، شُذ، شاذ وغیرہ کے قبیل کے الفاظ میں ذال پر نقطہ نہیں اور غزالی کے زمانے میں دال نہیں ذال لکھتے تھے اور جیسا قزوینی کا خیال ہے تلفظ بظاہر تلفظ بھی اسی طرح کرتے تھے۔"[1] احتیاطاً مزید معاینہ و مقابلہ کی گزارش پر قاضی عبدالودود نے اسے غیر ضروری قرار دیا: "کیمیائے سعادت کے نسخۂ پٹنہ کو بہت زمانہ ہوا میں نے دیکھا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ یہ باور کرانے کی کہ اس کی کتابت خود غزالی کی تھی کوئی معقول وجہ موجود نہیں۔ آپ کا پہلا خط آنے کے بعد میں نے جا بجا سے پھر دیکھا اور اسی نتیجہ پر پہنچا۔ تیسری بار دیکھنے کی مجھے کچھ ضرورت نظر نہیں آئی۔"[2]

پروفیسر سید حسن صاحب نے گہری نظر سے ملاحظہ نسخ کر کے اس کی تفصیل بیان فرمائی: "کیمیائے سعادت کے مذکورہ نسخے کے بارے میں میرے لائق دوست ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے بھی پچھلے ماہ دریافت کیا تھا۔ اُن ہی کی فرمائش پر میں نے اس مخطوطے کو غور سے دیکھا اور جو بات میری سمجھ میں آئی اس سے ان کو مطلع کیا۔ آپ کو بھی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ مخطوطہ اپنے مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے کیوں کہ اس کا اندازِ تحریر اس امر کی شہادت نہیں دیتا۔ یہ مخطوطہ میرے خیال کے مطابق نویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اگر خود مولف کے ید مبارک کا لکھا ہوتا تو اس کا انداز جدا گانہ ہوتا۔ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس میں ذال فارسی کا کہیں وجود نہیں۔ اگر مخطوطہ قدیم ہوتا تو یہ بات لازمی ہوتی۔ میں نے ساتویں صدی ہجری کے ایک مخطوطہ سے اس کا مقابلہ کر کے دیکھا تو یہ فرق نمایاں ہو گیا۔ نویں صدی ہجری کے مخطوطے سے بھی مقابلہ کیا تو مشابہت نظر آئی۔"[3] راقم کا التماس تھا کہ ممدوح ایک اور بار اس نسخہ پر نگاہ فرماتے لیکن آپ کا ارشاد تھا کہ دو مرتبہ بڑی خصوصیت سے آپ نے اس کو ملاحظہ فرمایا تھا: "نسخۂ کیمیائے سعادت کے بارے میں میں نے جو کچھ پہلے آپ کو لکھا ہے وہ خاص محنت اور غور و فکر کے بعد لکھا ہے۔ اس سلسلے میں دوبارہ اس نسخے کو دیکھنے اور معاملے پر غور کرنے کی ضرورت ہوگی۔ آپ سے پہلے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے دریافت کیا تھا، ان کو بھی یہی جواب دیا تھا پھر آپ نے دریافت کیا تو

---

[1] خط مورخہ ۲۳-۲-۶۲ [2] مورخہ ۱۱-۷-۶۲۔ ثانی محقق نے غالب اور ذال معجم کی بحث پر مقالہ والا کا ایک خط میں حوالہ دیا تھا لیکن تلاش بسیار کے باوجود حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ بعد میں ایک اور تحقیقی تحریر نظر افروز ہوئی ملاحظہ ہو "حافظ اور ذال فارسی" در "نقوش" لاہور دسمبر ۱۹۶۱ء۔ [3] پروفیسر سید حسن، گرامی نامہ مورخہ ۱۰-۳-۱۹۶۲ء

پھر نسخہ کو توجہ سے دیکھ کر جواب دیا:[1]

اور اب ہندوستان سے لیکر انگلستان تک کے اکابر ماہرینِ فن کے ملاحظات کے اہم اہم اجزا اقتباس کیے جاتے ہیں جن کی خدماتِ اقدس میں مخطوطے کی تصاویر حاضر کر کے ان کے فرموداتِ عالیہ کو مشعلِ راہ بنایا گیا ان بزرگ علما و فضلا میں اساتذۂ جامعات کے علاوہ ایران و ترکی کے افاضل اور فارسی مخطوطات کے پارکھ مستشرق حضرات شامل ہیں۔

پروفیسر نذیر احمد صاحب نے اس مخطوطے پر ۵۰۰ھ اور ۶۶۸ھ نیز ۸۵۸ھ کے نسخوں کی روشنی میں پائے گئے فارسی کتابت کے ارتقاء پذیر عناصر کے حوالے سے یہ تبصرہ فرمایا: "ان میں سے ایک بھی خصوصیت کیمیائے سعادت، نسخہ بانکی پور میں موجود نہیں ہے۔ نسخہ بانکی پور دسویں صدی کے اواسط سے لیکر گیارھویں صدی کے اوائل کے درمیان کا ہوگا، اس سے قبل کا نہیں ہو سکتا۔ اگر بہت کھینچ تان کی جائے تو اوائل نویں صدی تک لایا جا سکتا ہے"[2] ازاں بعد اپنے مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے مخطوطۂ بانکی پور کے تذکرے کے ساتھ یہ تاثر سپردِ قلم فرمایا: "یہ نسخہ اوائل یازدہم ہجری یا اواخر دہم ہجری سے قبل کا نہیں ہو سکتا، اس بنا پر کہ اس میں دال و ذال کا وہ فرق جو قدیم نسخوں کا املائی خاصہ تھا ایک جگہ بھی برقرار نہیں رکھا جا سکا ہے۔ یہی حال دوسری قدیم املائی خصوصیات کا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو پانچویں صدی ہجری یعنے امام غزالی کی حیات کا سمجھنا حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔"[3]

پروفیسر اے جے آربری موصوف علیہ نے ازرہِ لطف و عنایت مفصل طور پر تنقید کرتے ہوئے وثوق اور قطعیت سے فرمایا:

My impression is that the attribution of parts of the Ms. to Ghazali himself is Mistaken. The type of Naskh was current to as late as the 8/14th. century. In a Persian Ms of the 6/12th. century one would expect to find ک to be written as ك and زیراکہ as زیراك, also چ written as ج. In addition one would expect the old "post-

---

[1] خط مورخہ ۲۶-۷-۶۲ء [2] ڈاکٹر نذیر احمد: خط مورخہ ۲۶-۱۱-۶۲ [3] ڈاکٹر نذیر احمد: مقالہ محولہ گزشتہ ص ۱۶

vocalic"; to be shown invariably. e.g. داند for داند and داذند for داذند. In the pages of the Bankipore Ms. this does not appear. So in my opinion the older part of this Ms. was written not earlier than CA 650/1252. The change in orthography is generally thought to have taken place during the 7/13th. century."[۱]

راقم کے استفسار پر برطانوی مستشرق نے اپنے عکسی تذکرہ نسخے سے مزید تحریکات کے علاوہ ایک اور مخطوطے کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:[۲]

"In the examples produced in my specimens, you will notice that post-vocalic DHAL (یعنی: ذال معجمہ) is not present regularly in 27 dated 697 A.H., 29 dated 728 and 30 dated 730. In the Chester Beatty Persian Ms 301, the first Folio is a later supply. The main part of that MS regularly observes post-vocalic DHAL; in the first folio this feature is absent. The first folio also contains a notice of Waqf dated 712 A.H., which proves that this folio is atleast a old as that.

In view of the fore-going evidences, and the like, I would not be willing at the present time to estimate the date of the Bankipore Ms more precisely than later than 650 A.H."

---

۱ پروفیسر آربری: خط مورخہ ۲۵-۳-۶۲ء   ۲ خط مورخہ ۹-۴-۶۲ء

عالی جناب میریڈیتھ اوونس صاحب قبلہ سربراہ شعبۂ مطبوعات و مخطوطاتِ شرقیہ برٹش میوزیم نے نسخے کی تصویروں پر یہ اظہارِ تاثر فرمایا:[1]

To my mind it looks as if it is more likely to be of the VIII / XIV th century. I doubt whether it could be as early as the beginning of the XII th century, judging by the writing. My assessment of the date would be XIV th century.

خاکسار کے اصرار پر فاضل ہنر شناس نے اپنی تفصیلی رائے سے ایک اور بار سرفراز فرمایا:[2]

There is no reliable means of ascertaining the date of an early persian manuscript within a century. The earliest known Persian Ms. at Vienna dated 1056 A.D. is in a hand like kufic. The next earliest in date 1085 at Oxford looks quite modern, but a copy of the TARJUMĀH AL-BALAGHAH at Istanbul dated 1114 looks even more archaic than the Oxford Ms.

One cannot be more precise. All that I can say is that the Ms is at least as early as the XIV th century. This view is based on my fifteen years' experience in dealing with persian Mss. Beyond this I am not prepared to go.

One can however state whether a manuscript has been written before A.H. 900 because during the 9th / 15th

---

۱؎ Letter dated 11.1.63: G. Meredith Owens ۲؎ خط مورخہ ۱۵-۷-۶۳

century there were considerable changes in orthography. (see BAHAR" SABK-SHINASI," III PP. 307-9).

عالی درجات پروفیسر احمد آتش صاحب ناظم اعلیٰ ادارۂ شرقیات جامعہ استانبول کے دقیع و موقر اظہارات کی رو سے نسخۂ بانکی پور کے اولین اوراق کا قلم نویں اور دسویں صدی کے خطاطِ شیراز کے متداول طرزِ کتابت سے مطابقت رکھتا ہے جب کہ:

Thinking about the part attributed to Imam's own handwriting I must say that this part really belongs to an earlier period. Such a writing, from the view point of form may belong at the earliest to H. 7th. century. But as we know, in this century the letter D following a vowel is written as. D. However, I think I have seen manuscripts definitely belonging to the 7th. century in which there were no. Ds. Therefore this part of the manuscript may belong to the 7th century. But I think it is totally impossible to name an earlier date because both the Arabic and Persian manuscripts from AL-GHAZALI's time E.G. AL-ABNIYE, & TARJUMĀN AL-BALAGHA have completely different types of writing. It is possible to see this in the works that Arberry and munaccid have published. For these reasons the attribution that part of the said manuscript is in Imam's handwriting seems impossible to me. The handwriting looks more like that of a calligraphist than of a scholar.[1]

---

[1] پروفیسر احمد آتش: مکتوب نامہ مورخہ ۲۷-۲-۶۴

گرامی منزلت استاد مجتبیٰ مینوی رئیس قسمتِ فنون دانش گاہِ تہران کا بھی فرمودہ باعتبار نتائج چنداں مختلف نہیں ہے:[۱]

______ Pages 61 and 62 can not possibly be the handwriting of AL-GHAZALI. They are penned, most probably, by a professional calligrapher and copyist of the 8th century of Hijra i.e. some two hundred years after the death of the Imam. This is merely from the style of writing I can observe in the photographs.

محترم و معظم مستشرق پروفیسر جی ایم وِکنس صاحب سابق صدر شعبۂ اسلامی مطالعات جامعہ ٹارنٹو کا یہ تاثر رہا ہے کہ چند امور کی بنا پر غزالی کے خود نوشت نسخے کا اتنا طویل عرصہ باقی رہ جانا ایک مشتبہ امر ہے۔ ہم دانش گاہ مذکورہ کے اسی شعبہ کے استاذ اور ایک اور ثقہ و معتبر مستشرق گرامی قدر ڈاکٹر راجر ایم سیوری صاحب (حالیہ متعینہ ٹرینٹی کالج ٹارنٹو) کے احسان گزار ہیں کہ ڈاکٹر سیوری صاحب قبلہ نے پروفیسر جی ایم وکنس کی رائے عالی سے مستفید فرمایا۔ پروفیسر سیوری صاحب نے اپنے نامۂ لطف و کرم میں یہ ارشاد کیا:[۲]

Professor Wickens is inclined to doubt that the manuscript is an autograph of the author. He says that it is commonly accepted that AL-GHAZALI dictated virtually every thing.

ڈاکٹر آر ایم سیوری کے بقول مستشرق ممدوح پروفیسر وکنس کا فرمانا رہا ہے کہ:

KIMIYA-YI SA'ADAT is a very popular work, and it is axiomatic that popular works do not survive — precisely because they are popular and consequently fall to pieces quickly as the result of much handling.

---

[۱] پروفیسر مجتبیٰ مینوی: نامۂ عنایت مورخہ ۶-۳-۶۵ء [۲] پروفیسر آر ایم سیوری: نوازش نامہ مورخہ ۱۸-۳-۱۹۶۳ء

an obvious example is the "GULISTĀN" of SA'DI, of which no early MSS exist.

اس کے بعد جب چند اوراق کی تصویریں پروفیسر وکنس کے ملاحظات کے لیے ارسال کی گئیں تو فاضل موصوف نے حتمی شاہدے کے طور پر صرف اِسی فرمودے پر اکتفا کیا[1]

I regret that I feel unable to add anything to earlier comments I have made.

امید کی جا سکتی ہے کہ عہدِ حاضر کے مردمِ ثقاة کے ماہرانہ تبصرے ان صائب الرائے علما کی جانب خاص سے مخطوطۂ بانکی پور کی حقیقت و اصلیت کو مستقلاً طے کرنے کے لیے کافی و شافی ثابت ہو سکیں گے۔

••

---

[1] Professor G.M. Wickens: Letter dated 3.11.1969

نسخہ خدا بخش کے بارے میں

خدا بخش لائبریری میں کیمیائے سعادت کا ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ پاکیزہ خط نستعلیق میں یہ خوبصورت مطلا و مذہب نسخہ غالباً اس کتاب کا قدیم ترین نسخہ ہے۔ نسخہ پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ لیکن نسخہ کے اوراق ۱-۶۱، ۹۵-۱۰۵، ۱۰۶-۱۱۰ اور ۱۲۱-۲۶۸ کی کتابت قدیم خط نسخ میں ہے اور یہ خود امام غزالی (مصنف کتاب) کی خود نوشت تحریر میں ہے۔ نوٹ اس طرح ہے:

"از مردم ثقاۃ ہمچو میرزا محمد زاہد مرحوم صدر کابل و مولوی عبد الحکیم و میراں محمد فاضل مرحوم گجراتی مسموع شدہ کہ خط قدیم ایں کتاب شریف و نسخہ لطیف خط امام الہمام قدوۃ العارفین اسوۃ السالکین امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ است و چند جزو اول و چہار ورق آخر بخط کاتب است۔"

لیکن اس نوٹ کے کاتب کا نام مذکور نہیں۔ آغاز و اختتام دونوں جگہ جہاں یہ نوٹ درج ہے اس کی داہنی جانب قابل خاں عالمگیری کی ایک مہر ہے جس کے اوپر "مالکہ و قابضہ" لکھا ہے جس کا خط نوٹ کے خط سے ملتا جلتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر قابل خاں عالمگیری ہی کی ہے۔ چنانچہ متعین طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نسخہ امام غزالی کی خود نوشت ہے۔

اس نوٹ کے نیچے چار مزید نوٹ درج ہیں، پہلا نوٹ "بکیس عطاء اللہ" کا ہے:

"کیمیائے سعادت بخط قدیم نسخہ صحیح چند جزو اول و وسط و آخر بخط جدید بے لوح و جدول بکیس عطاء اللہ نائب قابل خاں داروغہ کتابخانہ کاغذ داغدار غرہ شہر صفر سنہ ۲۳ جلوس والا تحویل محمد باقر شود"۔

دوسرا نوٹ اس طرح ہے:

"بتاریخ ہفتم، شہر محرم الحرام سن ۵ از وجوہ محمد باقر متولی تحویل محافظ خاں عرف محمد منصور شد۔"

تیسرا نوٹ اس طرح ہے:

"سیم محرم ۲۳ از وجوه محافظ خاں تحویل محمد حافظ شد"۔

پھر چوتھا اور آخری نوٹ اس طرح ہے:

"ذیقعدہ سن ۳۰ از وجوہ محمد حافظ (تحویل) محمد احفظ خاں شد"

اس کے علاوہ مزید دو نوٹ اور تھے جو کاٹ کر مٹا دیے گئے ہیں۔

کتاب جیسا کہ معلوم ہے 'احیاء العلوم' کا اختصار ہے جس کی نشاندہی مصنف نے دیباچہ میں کر دی ہے۔ دیباچہ مندرجہ ذیل چار عنوانوں پر مشتمل ہے:-

۱- عنوان اوّل آنست کہ حقیقت خود را بشناسد۔

۲- عنوان دوم آنست کہ حق تعالیٰ را بشناسد۔

۳- عنوان سیوم آنست کہ حقیقت دنیا را بشناسد۔

۴- عنوان چہارم آنست کہ حقیقت آخرت را بشناسد۔

متن کتاب بھی چار 'رکن' پر منقسم ہے۔ پہلے دو 'رکن' میں دنیاوی زندگی اور آخری دو 'رکن' میں روحانی زندگی پر بحث کی گئی ہے۔

سلیم الدین احمد
(اسسٹنٹ لائبریرین خدا بخش لائبریری)

خدابخش لائبریری کے مخطوطات پر اہم مہریں

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن
اسسٹنٹ لائبریرین، خدابخش لائبریری

خدابخش لائبریری اپنی نادر قلمی کتابوں اور خوش خط و مصور نسخوں کی وجہ سے علمی دنیا میں اہم مقام رکھتی ہے۔ ان کتابوں پر جا بجا مختلف بادشاہوں، نوابوں اور اہل علم کی مُہریں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ایک طرف ان بادشاہوں اور اہل علم کی ملکیت ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کی وسعت نظر اور علمی ذوق کی نشاندہی ہوتی ہے۔

خدابخش لائبریری میں فارسی زبان کے تقریباً ساڑھے چار سو ایسے قلمی نسخے موجود ہیں جن پر اہم شخصیات کی مہریں ثبت ہیں۔ اس کے علاوہ عربی زبان کے تقریباً چار سو ایسے قلمی نسخے ہیں جن کے شروع یا آخر میں تاریخی اور اہم اشخاص کی مہریں پائی جاتی ہیں۔

مندرجہ ذیل سطور میں چند بادشاہوں / ارباب علم اور امراء کے نام تحریر کیے جا رہے ہیں جن پر ان کی مہریں ثبت ہیں اور جن کی وجہ سے ان کتابوں کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

نام بادشاہان / امراء	نام کتاب
محمد قطب شاہ (۱۰۲۰-۱۰۳۵ھ)	رسالہ ادعیہ، کتاب نمبر ۲۰۰۹ (فارسی)
"	جہانگیر نامہ " ۱۱۳ "
محمد قلی قطب شاہ	انوار العقول، کتاب نمبر ۱۸۳۹ (عربی)
جہانگیر (۱۰۱۴-۱۰۳۷)	دیوان شاہی، کتاب نمبر ۴۵۴ (فارسی)
"	دیوان حافظ کتاب نمبر ۳۱۸ (فارسی)
عنایت خاں شاہجہانی و عبدالرشید دیلمی (شاہجہاں کے دربار کے امیر)	خمسہ نظامی " ۱۲۸۸ "
	دیوان حیدر کوچ " ۴۸ "
	دیوان کمال "
	عجائب المخلوقات (عربی)

نام بادشاہان وامراء	نام کتاب
عبد الرشید دیلمی (شاہجہاں کے دربار کا امیر)	احیاء علوم الدین، کتاب نمبر ۱۲۰۴ (عربی)
عبد اللہ قطب شاہ (۱۰۸۵ - ۱۰۳۵ھ)	دیوان اثیر، کتاب نمبر ۳۰۵ (فارسی)
" "	جہانگیر نامہ " ۱۱۳ (")
منعم خان خاناں، میمنت خاں، خواجہ سہیل وغیرہ	دیوان مرزا کامران، کتاب نمبر ۳۷۰ (")
شہزادہ پرویز برادر بزرگ شاہجہاں بادشاہ	حدیقۃ الحقیقۃ، کتاب نمبر ۲۹۷۶ (")
شاہجہاں بادشاہ (۱۰۶۸ - ۱۰۳۷ھ)	وفیات الاعیان، کتاب نمبر ۲۲۸۸ (عربی)
" "	تذکرہ خوش نویساں، کتاب نمبر ۱۰۸۵ (فارسی)
" "	التبیان فی البیان، کتاب نمبر ۱۶۲۴ (عربی)
" "	دیوان حافظ، کتاب نمبر ۲۱۸ (فارسی)
اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ غازی (۱۱۱۸ - ۱۰۶۸ھ)	بحر الحقائق والمعانی، کتاب نمبر ۲۰۸ (عربی)
" " "	تذکرہ خوش نویساں " ۱۰۸۵ (فارسی)
" " "	صادر " ۷۹۸ (")
" " "	مثنوی مولانا روم " ۲۵۲۲ (")
" " "	شرح سفر السعادۃ " (")
" " "	التبیان فی البیان " ۱۶۲۴ (عربی)
شہزادہ محمد سلطان (اورنگ زیب کے سب سے بڑے لڑکے) (۱۰۸۷ھ)	مجمع بحار الانوار " ۱۷۰۱ (")
" " "	جہانگیر نامہ " ۱۱۳ (فارسی)
فضائل خاں (اورنگ زیب کے دربار کا امیر)	قمع النفوس " ۲۶۶۲ (عربی)
" " "	عین العلم وزین الحلم " ۱۳۸۳ (")
قابل خاں (اورنگ زیب کے کتب خانہ کا لائبریرین)	طہارۃ القلوب والخضوع کتاب نمبر ۱۴۲۳ (عربی)
" " "	مواہب علیہ " ۱۱۵۱ (فارسی)
سیادت خاں امیر دربار عالم گیر بادشاہ	المحصول فی اصول الفقہ " ۱۵۶۰ (عربی)

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب			
حکیم شفیع خاں (ملازم اورنگ زیب بادشاہ)	المستطرف من کل فن مستظرف کتاب بذرہ ۱۸۳۵			(عربی)
محمد شاہ بادشاہ غازی (۱۱۶۱ - ۱۱۳۱ھ)	مخارج الفہم	کتاب نمبر	۱۳۶۱	(،،)
،، ،،	مثنوی رومی	،،	۲۳۹۷	(فارسی)
،، ،،	کلیات کلیم	،،	۲۳۷۸	(،،)
،، ،،	شاہنامہ نسخہ ۲	،،	۳۷۸۸	(،،)
،، ،،	دیوان قاسم انوار	،،	۲۳۹۶	(،،)
،، ،،	الروضۃ البہیہ	،،	۳۲۲۳	(عربی)
سلطان محمد سلیمان صفوی موسوی (۱۱۳۰ھ)	قرآن مجید	،،	۵	(عربی)
زیب الدولہ مرید خاں (۱۱۷۰ھ)	قرآن مجید	،،	۶	(،،)
نادر علی خاں بہادر منور جنگ	رسالہ منظوم در اصول حدیث	،،	۲۲۹۶	(اردو)
محمد فرخ سیر	تیسیر البیان	،،	۲۴۸	(عربی)
تفضل حسین خاں (نواب فرخ آباد)	فتوح الغیب	،،	۲۶۷۸	(،،)
خان فیروز جنگ بہادر فدوی محمد شاہ بادشاہ	کلیات اہلی شیرازی	،،	۱۸۶۰	(فارسی)
رائی روپ چند بندۂ محمد شاہ بادشاہ	نگارستان	،،	۲۰۳۷	(،،)
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی (۱۲۲۱ - ۱۱۷۳ھ)	کلیات آملی	،،	۲۴۴۰	(،،)
،، ،، ،،	مصحف شریف	،،		(عربی)
،، ،، ،،	المحیط الرضوی	،،	۳۲۰۱	(،،)
سلطان مرزا محمد ضیاء الدین بخت بہادر ولی عہد شاہ عالم بادشاہ	قرآن مجید	،،	۳۱۷۱	(،،)
محمد حسن نبیرۂ شاہ عالم	تفسیر القرآن	،،	۳۴۶۷	(،،)
مومن علی خاں ...... خانہ زاد محمد فرخ سیر بادشاہ	انوار عرفان	،،	۳۷۲۸	(فارسی)
مرزا خرم بخت	وصیت نامہ	،،	۳۷۹	(،،)
مرزا محمد بلند بخت بہادر	کلیات اسیر	،،	۲۳۷۷	(،،)

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب	کتاب نمبر	زبان
مرزا محی الدین بن مرزا محمد معظم علی بن مرزا جہان دار شاہ ولی عہد محمد بہادر شاہ	دستور العمل سلاطین ہند	کتاب نمبر ۱۰۷۲	(فارسی)
" " "	ترجمہ عبارات عربیہ تحفۂ اثنا عشریہ		(")
" " "	مختصر المعانی	کتاب نمبر ۱۶۶۴	(عربی)
خواجہ خلیل خاں (ملازم احمد شاہ بادشاہ غازی)	حاشیہ علی تفسیر البیضاوی	کتاب نمبر ۱۳۰۱	(عربی)
میر خلف زادہ بہادر شاہ بادشاہ غازی	انتخاب از منتخب، حدیقہ	" ۲۹۴	(فارسی)
صف شکن خاں (۱۲۵۰ھ)	کتاب التیسیر	" ۱۰۷	(عربی)
بہادر شاہ ظفر	رسالۂ مکاشفات	" ۲۶۵۴	(فارسی)
شاہی کتب خانہ شاہ رخ بہادر (۸۵۰ھ)	المفصل شرح المحصل	" ۱۲۶۴	(عربی)
محسن الدولہ منصور علی خاں نصرت جنگ بہادر	زبدۃ الطوالع	" ۳۸۹۲	(فارسی)
" "	لوامع الاسرار	" ۳۲۵۸	(عربی)
سیف الدولہ نجف قلی خاں	القرآن	" ۷	(")
واجد علی شاہ (۱۲۷۳ - ۱۲۶۳ھ)	بہجۃ المباہج	" ۴۲۹	(فارسی)
" "	تسہیل العروض	" ۲۵۵۱	(عربی)
" "	البدور السافرہ	" ۱۴۰۰	(")
" "	دیوان الحکاک	" ۲۵۲۴	(")
" "	فتوح الغیب	" ۱۳۵۲	(")
" "	معارضۃ الشعر	" ۲۴۷۵	(")
" "	الجواہر النضید فی شرح التجرید	" ۲۲۴۰	(")
" "	حاشیۃ الزواکر الجنیہ	" ۲۱۱۳	(")
" "	حاشیۃ علی الکشاف	" ۱۳۵۶	(")
" "	دیوان الخنساء	" ۱۸۰۱	(")

بادشاہان/امراء	نام کتاب	کتاب نمبر	
واجد علی شاہ (۱۲۷۳-۱۳۶۳ھ)	اختیارات بدیعی	کتاب نمبر ۹۵۰	(فارسی)
"	سفینۃ العلم	" ۱۴۸۷	(عربی)
"	شرح اللباب	" ۲۱۰۶	(")
"	حاشیۃ الشروانی	" ۱۳۹۵	(")
"	کلیات حسینی	کتاب نمبر ۶۷۱	(فارسی)
"	ادب الکاتب	" ۱۶۹۱	(عربی)
سلیمان جاہ (نصیرالدین حیدر) (م ھ	الجواہر النضید فی شرح التجرید	" ۲۲۴۰	(")
"	حاشیۃ الفواکہ الجنیہ	" ۲۱۱۳	(")
"	حاشیۃ علی الکشاف	" ۱۳۵۶	(")
"	دیوان الخنسار	" ۱۸۰۱	(")
"	اختیارات بدیعی	" ۹۵۰	(")
"	سفینۃ العلم	" ۱۴۸۷	(")
"	شرح اللباب	" ۲۱۰۶	(")
"	منتخب السلوک لمعرفۃ دول الملوک	" ۲۲۲۳	(")
"	ادب الکاتب	" ۱۶۸۱	(")
امجد علی شاہ	معاہد التنصیص فی شرح شواہد التلخیص	" ۱۶۷۳	(")
"	منتخب السلوک لمعرفۃ دول الملوک	" ۲۲۲۳	(")
"	حاشیۃ الشروانی	" ۱۳۹۵	(")
"	کلیات حسینی	" ۶۷۱	(فارسی)
"	بیاض	" ۳۷۸۹	(")
"	دعار گنج العرش	" ۲۵۳۰	(عربی)
"	الحاشیہ علی المطول	" ۱۶۳۹	(")
"	المطول	" ۱۶۳۱	(")

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب			
مظفر حسین بن سلیمان جاہ	کتاب الناسخ والمنسوخ	؍؍	۳۴۱	(عربی)
؍؍ ؍؍	فتوح الغیب	؍؍	۲۰۳	(؍؍)
؍؍ ؍؍	رحلۃ الحبش	؍؍	۲۸۸۶	(؍؍)
؍؍ ؍؍	تذکرہ خواص الامہ	کتاب نمبر	۲۲۶۴	(عربی)
؍؍ ؍؍	شرح الملخص	؍؍	۲۸۳۶	(؍؍)
؍؍ ؍؍	الحاشیہ علی المحاکمات	؍؍	۱۸۸۵	(؍؍)
؍؍ ؍؍	ادب الکاتب	؍؍	۱۶۸۱	(؍؍)
؍؍ ؍؍	ربیع الابرار	؍؍	۱۸۵۰	(؍؍)
؍؍ ؍؍	الحاشیہ علی حاشیہ مرزاجان	؍؍	۱۸۸۶	(؍؍)
؍؍ ؍؍	الاصول	؍؍	۱۶۲۱	(؍؍)
؍؍ ؍؍	عقول عشرہ	؍؍	۸۰۹	(فارسی)
؍؍ ؍؍	قرابادین کافی	؍؍	۹۹۹	(؍؍)
محمود الدولہ منشی محمد صفدر علی خاں بہادر (۱۸۶۰ء)	المنتخب فی الاصول	؍؍	۷۶۷	(عربی)
؍؍ ؍؍	منار الاصول	؍؍	۷۶۴	(؍؍)
؍؍ ؍؍	نور الانوار	؍؍	۷۷۴	(؍؍)
؍؍ ؍؍	حلیۃ المحلی	؍؍	۸۷۲	(؍؍)
؍؍ ؍؍	کتاب المقنع	؍؍	۱۷۵	(؍؍)
؍؍ ؍؍	مشکوۃ المصابیح	؍؍	۲۹۹۸	(؍؍)
؍؍ ؍؍	مقامات حریری	؍؍	۱۴۴۲	(؍؍)
؍؍ ؍؍	تہذیب المنطق	؍؍	۱۹۳۰	(؍؍)
؍؍ ؍؍	شرح حکمۃ العین	؍؍	۱۸۹۷	(؍؍)

نام بادشاہان / امراء	نام کتاب	
محمود الحمود نسخہ محمد صفدر علی خاں بہادر (۱۶)	کتاب الاغانی	کتاب نمبر ۲۲۴۲ (عربی)
〃	بحر المدد	〃 ۲۰۹ (〃)
〃	شرح الکافیہ	〃 ۱۵۶۸ (〃)
〃	باہر البرہان	〃 ۲۰۸۸ (〃)
〃	الحاشیہ علی حاشیۃ المطول	کتاب نمبر ۱۶۲۴ (عربی)
نواب سید عنایت علی خاں (ابن مرزا سبحی)	رسالہ فی وفاۃ النبی	〃 ۲۹۲۶ (〃)
〃	شرح القسطاس	〃 ۱۹۹۹ (〃)
〃	الکشکول	〃 ۱۸۲۸ (〃)
〃	کنز العرفان فی فقہ القرآن	〃 ۳۱۰ (〃)
〃	اصلاح العمل	〃 ۸۸۴ (〃)
〃	البیان فی کشف آیات القرآن	〃 ۲۱۳ (〃)
〃	کنز اللغات	〃 ۷۹۱ (فارسی)
〃	نصاب الصبیان	〃 ۸۰۸ (〃)
〃	نفائس الفنون	〃 ۸۱۵ (〃)
〃	فوائد صفیہ	〃 ۱۲۱۰ (〃)
〃	قوت لایموت	〃 ۱۲۱۶ (〃)
〃	کامل بہائی	〃 ۱۳۱۳ (〃)
〃	نخبہ	〃 ۱۲۶۸ (〃)
〃	نور النجاۃ	〃 ۱۳۰۲ (〃)
〃	ہدایت المضلین	〃 ۱۳۰۹ (〃)
〃	نصر المومنین	〃 ۱۳۱۸ (〃)
〃	ترجمہ احقاق الحق	〃 ۱۳۲۲ (〃)

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب			
نواب سید ولایت علی خاں (پٹنہ سٹی)	نزہۃ الاثنا عشریہ	کتاب نمبر	۱۳۳۳	(فارسی)
〃	سبیل النجات	〃	۱۲۴۸	(〃)
〃	شرح نہج البلاغۃ	〃	۱۸۱۲	(عربی)
〃	الکواکب الدریہ	〃	۱۸۳۰	(〃)
	مشکوۃ المصابیح	کتاب نمبر	۶۲۶	(فارسی)
〃	کتاب من لا یحضرہ الفقیہ	〃	۳۱۴۳	(〃)
〃	العشرۃ الکاملہ	〃	۳۲۳۹	(عربی)
〃	زبدۃ البیان فی تفسیر آیات الاحکام	〃	۳۳۱	(〃)
〃	عجائب المقدور فی نوائب تیمور	〃	۳۳۴۰	(〃)
〃	ذخیرہ خوارزم شاہی	〃	۹۷۹	(فارسی)
〃	فرہنگ جہانگیری	〃	۷۸۴	(〃)
〃	رسالہ در علم خط	〃	۱۰۶۶	(〃)
〃	تحفۃ المومنین	〃	۹۵۸	(〃)
〃	ریاض الادویہ	〃	۹۸۰	(〃)
〃	خلاصۃ التجارب	〃	۹۶۸	(〃)
〃	رسالہ معما	〃	۸۷۷	(〃)
〃	تحفۂ سلطانی	〃	۸۶۹	(〃)
〃	ریاض المنشآت	〃	۸۵۶	(〃)
〃	رسائل طغرا	〃	۸۴۶	(〃)
〃	مجمع الصنادید	〃	۸۳۰	(〃)
〃	مجمع الصنائع	〃	۸۳۲	(〃)
〃	جمع مختصر	〃	۸۴۳	(〃)

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب		
نواب سید ولایت علی خاں (پیشہ سیٹی)	مواہب علیہ	کتاب نمبر ۱۱۵۳	(نا
" "	اخلاق محسنی	" ۹۰۷	(")
" "	شرح دیوان علی	" ۹۳۲	(")
" "	شرح قصیدہ حمیریہ	" ۹۱۸	(")
	دیوان ابن یمین	۱۸۰۵	(فارس
" "	دیوان مغربی	" ۱۸۵۲	(")
" "	دیوان آصفی	" ۱۸۴۸	(")
" "	دیوان ثنائی	" ۱۸۴۹	(")
" "	دیوان نظیری	" ۱۹۲۲	(")
" "	دیوان اشرف	" ۱۸۹۲	(")
" "	دیوان اثر	" ۱۸۹۱	(")
" "	زاد المسافرین	" ۱۸۱۱	(")
" "	خسرو شیریں	" ۱۸۰۱	(")
" "	خمسہ نظامی	" ۱۸۰۴	(")
" "	خلاصہ شاہنامہ	" ۱۸۱۹	(")
" "	گلستان رحمت	" ۱۷۷۲	(")
" "	روضۃ الشہدا	" ۱۷۵۶	(")
" "	زبدۃ التواریخ	" ۱۷۵۱	(")
" "	تاریخ طبری	" ۱۷۴	(")
" "	صولت غضنفریہ	" ۱۳۳۴	(")
" "	خلاصۃ المنہج	" ۱۱۳۴	(")
" "	تفسیر دلیل الرحمٰن	" ۱۱۲۰	(")

—

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب	
نواب سید ولایت علی خاں (پٹنہ سٹی)	ترجمہ قطب شاہی	کتاب نمبر ۱۳۰۱ (فارسی)
"	شرح کافی	" ۱۲۲۸ (")
"	مرشد العوام	" ۱۲۶۴ (")
"	آداب حج	" ۱۲۴۰ (")
"	حدیقۃ المتقین	کتاب نمبر ۱۲۵۰ (فارسی)
"	جامع عباسی	" ۱۱۴۵ (")
"	اظہار الحق	" ۱۲۰۹ (")
"	فوز النجاۃ	" ۱۳۱۱ (")
"	رد الخوارج	" ۱۲۴۸ (")
"	عین الحیات	" ۱۳۰۸ (")
"	رسالہ حسینیہ	" ۱۳۰۰ (")
"	معتقد الشیعہ	" ۱۳۱۷ (")
"	حل العقائد	" ۱۲۹۱ (")
"	اعتقادات	" ۱۲۹۰ (")
"	رسالہ یوحنا	" ۱۳۰۴ (")
"	دیوان فقیر	" ۱۹۱۲ (")
"	در مکنون	" ۱۸۹۰ (")
"	دیوان حسن	" ۱۹۰۲ (")
"	کلیات نقی	" ۱۹۳۸ (")
"	دیوان قتیل	" ۱۹۱۴ (")
"	تاریخ محمدی	" ۷۹ (")
"	تاریخ عالم آرا عباسی	" ۷۳ (")

نام بادشاہان / امراء	نام کتاب		
نواب سید ولایت علی خاں (پٹنہ سٹی)	کتاب المعجم	کتاب نمبر ۶۷۹	(فارسی)
" "	ریاض الشہادۃ	" ۵۷	(")
" "	سیر المتاخرین	" ۳۳۷۱	(")
" "	تحفۂ سامی	" ۳۳۷۰	(")
" "	مجموعہ ادعیہ	کتاب نمبر ۱۷۳۰	(فارسی)
" "	رسالہ اسطرلاب	" ۱۷۲۵	(")
" "	تندیل	" ۱۷۲۹	(")
" "	المستصوف	" ۱۷۳۱	(عربی)
" "	مرائح و بائح	" ۱۶۹۴	(فارسی)
" "	رسالہ مالیخولیا	کتاب نمبر ۱۶۸۲	(")
" "	خطبۃ البیان	" ۱۵۲۳	(")
" "	وقائع حیدرآباد	" ۲۳۲۹	(")
" "	احکام غالب و مغلوب	" ۲۳۲۳	(")
" "	ہفت بند کاشی	" ۲۳۱۱	(")
" "	رسالہ در روش ہفتاد و دو فرقہ	" ۲۲۸۴	(")
" "	ادعیہ زیارت	" ۲۱۵۴	(")
" "	برق خاطف	" ۲۰۶۴	(")
" "	احیاء السنہ	" ۲۰۶۶	(")
" "	دستور العمل	" ۲۰۲۴	(")
" "	تبصرۃ العوام	" ۱۳۵۶	(")
" "	مطلوب الزائرین	" ۱۳۳۷	(")
" "	نخبۃ الدعوات	" ۱۳۴۴	(")

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب		
واجد سید ولایت علی خاں (پٹنہ سیٹی)	زاد المعاد	کتاب نمبر ۱۴۲۸	(فارسی)
" "	مفاتیح الغیب	" ۱۴۳۸	(")
" "	ترزر تفقات الفلاح	" ۱۴۳۹	(")
" "	ربیع الاسابیع	" ۱۴۳۲	(")
" "	مصباح العابدین	کتاب نمبر ۱۴۳۲	(فارسی)
" "	آداب عباسی	" ۱۴۳۱	(")
" "	صفوۃ الصفا	" ۲۰۱	(")
" "	خلاصۃ الکلام	" ۲۲۲	(")
" "	معدن الجواہر	" ۹۴۱	(")
" "	منبع الیقین	" ۹۳۵	(")
" "	ابواب الجنان	" ۸۹۹	(")
" "	مرآۃ الاحوال جہان نما	" ۲۷۵	(")
" "	تاریخ محتشم	" ۱۵۶	(")
" "	تاریخ شاہ شجاعی	" ۱۲۴	(")
" "	آثار شاہجہانی	" ۱۱۶	(")
" "	عجائب البلدان	" ۲۶۶۴	(")
" "	ترجمہ (مہابھارت)	" ۲۸۲۰	(")
" "	تذکرۃ الاکابر	" ۲۷۶۱	(")
" "	مجالس المومنین	" ۲۴۹	(")
" "	القرآن	" ۱۱۳۵، ۱۱۶۲ " ۱۲۰۵، ۱۲۰۳ " ۱۱۹۰، ۱۱۸۷ " ۱۱۷۴	(") (")

نام بادشاہان/امراء	نام کتاب		
نواب سید خورشید خاں (پٹنہ سیٹی)[1]	کشف الریب والمین	کتاب نمبر ٣٢٣٠	(عربی)
"	نجم الہدیٰ	" ١٩٥٠	(فارسی)

ارباب علم

عبداللطیف (شاہجہانی دور کے ایک اسکالر)	مناہج العقول	" ٧٦٦	(عربی)
حسین بن عبداللہ العیدروسی	تجرید الکشاف	" ٣٢٠	(عربی)
سید محمد عباس الموسوی	حاشیہ علی تفسیر بیضاوی	" ٢٦٨	(")
عبدالباقی بن ولی اللہ العلوی مرید غوث العیدروسی	التبیان فی شرح مورد الظمآن	" ١٢٨٥	(")
حکیم الملک علوی خاں	جواہر اللغۃ	کتاب نمبر ٢٨٠٣	(عربی)
آزاد بلگرامی	سفینۂ خوش گو	" ١٢٥	(فارسی)
قاضی محمد شریف اللہ خاں	الوسیلہ الی کشف العقیلہ	" ١٣٨١	(عربی)
سید محمد بن سید دلدار علی	تیسیر المطالب السنیہ	" ٢٤٣٩	(")
حکیم مسیح الدولہ علی حسن خاں	تحفۃ الکرام باخبار البلد الحرام	" ٢٣٠٦	(")
"	الحاشیہ علی المطول	" ١٦٤٢	(")
محمد عزت علی قاضی بلدۂ فرخ آباد	فوائد المصلی	" ١٢٣٦	(فارسی)
اسد اللہ خاں غالب	صفت کائنات	" ٨٨١	(")
"	سفینۃ العلم	" ١٤٨٧	(عربی)
حسین بن محسن الانصاری	اتحاف الاکابر	" ٣٠٧٧	(")
"	منتخب الاسانید	" ٣٢٠٦	(")
"	الامم لایقاظ الہمم	" ٣٢٠٢	(")
"	اسناد المسلسلات	" ٣١٩٦	(")

[1] ان کی مزید مصروفیات کے لئے نواب ولایت علی خاں کی اول الذکر کتابوں (نزہۃ الاثنا عشریہ - ١٢٣٠ اور سبیل النجات - ١٢٥٨) کے بعد کی تمام کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

نام ارباب علم	نام کتاب	کتاب نمبر	
مولانا سید محمد نذیر حسین بہاری ثم دہلوی	الاجازہ	کتاب نمبر ۳۱۹۶	(فارسی)
″ ″	قطعات القمر	″ ۳۲۰۲	(″)
″ ″	سنن النسائی	″ ۳۱۱۹	(عربی)
″ ″	تسطف القمر	″ ۳۰۷۷	(″)
″ ″	اوائل کتب حدیث	″ ۳۲۰۲	(″)
″ ″	الاجازہ	″ ۳۲۴۵	(″)
″ ″	الارشاد الی مہمات علم الاسناد	″ ۳۲۰۲	(″)
″ ″	الاجازہ	″ ۳۱۹۶	(″)
″ ″	الامم لایقاظ الہمم	″ ۳۰۷۷	(″)
مولانا شمس الحق ڈیانوی	اجزاء مصنف ابن شیبہ	کتاب نمبر ۳۱۱۲	(عربی)
″ ″	معرفۃ السنن والآثار	″ ۳۳۰۴	(″)
″ ″	معالم السنن	″ ۳۲۳۱	(″)
″ ″	الکشف المغیث عمن رمی بوضع الحدیث	″ ۳۱۷۸	(″)
″ ″	کتاب الاختیارات العلمیہ	″ ۳۱۴۹	(″)
″ ″	فتح القدیر (ج ۳)	″ ۳۱۷۰	(″)
″ ″	شرح عمدۃ الاحکام	″ ۳۱۱۷	(″)
″ ″	الجامع الصحیح	″ ۳۱۷۱	(″)
″ ″	تیسیر الوصول الی جامع الاصول	″ ۳۱۱۶	(″)
″ ″	التہذیب لسنن ابی داؤد	″ ۳۰۹۹	(″)
″ ″	التمہید شرح الموطا	″ ۳۱۴۲	(″)
″ ″	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف	″ ۳۱۰۷	(″)
″ ″	الاجازہ	″ ۳۲۰۶	(″)

نام ارباب علم	نام کتاب			
" "	فتح القدیر	کتاب نمبر	۳۲۳۹	(عربی)
" "	القول المحقق	"	۳۱۸۰	(")
" "	المغنی عن حمل الاسفار	"	۳۲۵۴	(")
" "	الموطا	"	۳۲۳۸	(")
" "	نخبۃ الفکر	"	۳۲۳۸	(")
" "	الفقہ الاکبر	"	۳۲۲۸	(")
حکیم سید مظاہر احمد (پٹنہ)	حاشیہ علی الکشاف	"	۳۶۱۸	(")
" "	کتاب مارداہ الاساطین فی علم المجمٰی علی السلاطین	"	۳۴۲۴	(")
" "	شرح مسلم الثبوت	"	۳۱۰۵	(")
" "	حاشیہ السیالکوتی علی تفسیر البیضاوی	"	۳۷۳۸	(")
" "	زبدۃ التفاسیر	"	۳۶۱۷	(")

○

فی الحال یہاں ان مہروں کی محض [illegible] علم کو اس سلسلے میں اس کتاب خانہ کی ثروتمندی کا اندازہ ہو سکے اور وہ اپنی ریسرچ کے سلسلے میں اس مواد سے استفادہ کر سکیں۔ ان مہروں کی اصل کے عکس پر مشتمل ایک مجموعہ لائبریری کی طرف سے زیر ترتیب ہے جو جلد ہی شائع ہوگا۔

●●

محبوب اقبال (ریسرچ فیلو)
شعبۂ اردو، پٹنہ یونیورسٹی

خلیلؔ — تلامذۂ آتشؔ میں ایک اہم نام

آتشؔ کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔ ان میں اہم نام نسیمؔ، شوقؔ، صباؔ، رندؔ، خلیلؔ، شرفؔ، حزیںؔ، صفدرؔ، سالکؔ، شیداؔ اور یاسؔ کے ہیں۔ یہاں موضوعِ سخن آتشؔ کے ایک شاگرد خلیلؔ کے حال اور کلام کا سرسری جائزہ ہے۔ آتشؔ کے بہت سے شاگرد بعد میں خود بھی مسلم الثبوت استاد ثابت ہوئے۔

خلیلؔ کا پورا نام میر دوست علی تھا۔ انکے والد سید جمال علی تھے۔ اودھ کے ایک تعلقہ بار ہا کے قصبہ بُڈولی کے باشندے تھے۔ لیکن لکھنؤ میں زندگی گزاری۔ واجد علی شاہ کے دربار میں ملازمت اور جاگیرداری کے عہدہ پر فائز تھے۔ زندگی نہایت عیش و عشرت سے بسر کرتے تھے۔ آتشؔ سے بہت قریب تھے اور اکثر سلوک کرتے تھے۔ بقول جلال الدین احمد جعفری خلیلؔ نے ہی آتشؔ کے انتقال پر کفن دفن کا انتظام کیا تھا۔ خلیلؔ کی زندگی کے اکثر حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ فارسی اور اردو کے تذکرہ نگاروں نے مختصر حالات بیان کئے ہیں لیکن سالِ پیدائش اور سالِ وفات کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔ تاریخ وفات کے متعلق ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ نے اپنی مختصر کتاب "تاریخ ادب اردو" میں خلیلؔ کو متوفی ۱۸۶۰ء لکھا ہے لیکن ۱۸۶۱ء میں سید محسن علی نے جب تذکرہ "سراپا سخن" مرتب کیا تو اس میں خلیلؔ کے متعلق یہ اطلاع دی:

"میر دوست علی خلیلؔ: ولد سید جمال علی باشندۂ قصبہ بُڈولی متعلقہ بار ہا مقیم لکھنؤ صاحب دیوان شاگرد رشید خواجہ حیدر علی آتشؔ" (ص ۱۴۰)

یہ تذکرہ ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا۔ اگر ۱۸۶۰ء میں خلیلؔ کی وفات ہو گئی ہوتی تو صاحب تذکرہ مرحوم ضرور لکھتے، پھر ذکر متعلق کرتے۔ خلیلؔ کے دوست عبدالغفور نساخؔ نے بھی اپنے تذکرہ میں خلیلؔ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

"خلیلؔ تخلص میر دوست علی ولد سید جمال علی باشندہ قصبہ بُڈولی متعلقہ بار ہا، شاگرد

رشید آتش رفیق نادر مرزا نیشاپوری، بیشتر لکھنؤ میں رہتے ہیں"۔ (صفحہ ۱۵۱)

یہ تذکرہ سنہ ۱۸۷۴ء میں طبع ہوا تھا۔ گویا ۱۸۷۴ء تک خلیل زندہ تھے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں فارسی کے دو تذکرے منظر عام پر آئے، پہلا تذکرہ سید علی حسن خاں کا ہے جس کے مطابق:-

"خلیل میر دوست علی بن سید جمال علی ساکن قصبۂ بڈولی از خواجہ آتش اکتساب سخن کردہ دیوانے دارد" (صفحہ ۴۵)۔

دوسرا تذکرہ سید نور الحسن خاں کا ہے۔ جس کے مطابق

"خلیل میر دوست علی خلف سید جمال علی از رفقار مرزا نادر نیشاپوری بیشتر در لکھنؤ می بود با خواجہ آتش نسبت تلمذ داشت دیوانے از وست" (صفحہ ۳۰)

ان بیانات سے بھی خلیل کی وفات کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ خلیل کی وفات سنہ ۱۸۸۱ء اور سنہ ۱۸۸۹ء کے درمیان ہوئی ہوگی۔

خلیل نے واجد علی شاہ کی کلکتہ منتقلی کے بعد ایک بار کلکتہ کا سفر کیا تھا۔ سال سفر میں بھی اختلاف رائے ہے۔ کیفی چریاکوٹی لکھتے ہیں سنہ ۱۲۷۲ھ اور عبد الغفور نساخ اور ان کی تائید میں لالہ سری رام سنہ ۱۲۷۹ھ۔ نساخ کا بیان اہم ہے کیوں کہ ایک تو وہ خلیل کے دوستوں میں تھے جس کا دعویٰ انھوں نے خود کیا ہے اور دوسرے یہ کہ نساخ بھی غالباً اس وقت کلکتہ میں تھے جب خلیل کلکتہ پہنچے تھے۔ کیوں کہ جملے پر غور کریں نساخ کہتے ہیں:-

"سنہ ۱۲۷۹ھ میں کلکتہ آئے تھے" (سخن شعرا صفحہ ۱۵۱)

اس سے ایک بات تو واضح ہوگئی کہ خلیل نے سنہ ۱۲۷۹ھ میں ہی سفر کلکتہ کیا تھا سنہ ۱۲۷۲ھ میں نہیں۔ لیکن مدت قیام کا علم نہیں ہو سکا۔

خلیل کا ایک قلمی دیوان خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں محفوظ ہے۔ دیوان خاصا ضخیم ہے۔ اس میں ایک سو سات (۱۰۷) اوراق ہیں لیکن دیوان ناقص ہے۔ نہ صرف اول و آخر کے اوراق غائب ہیں بلکہ درمیان سے بھی کچھ اوراق غائب ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔ کل ایک سو ستتر (۱۷۷) غزلیں ہیں ان کی تفصیل ردیف وار یوں ہے:-

ردیف الف - ۴۷، ب - ۵، ت - ۲، ج - ۲، خ - ۱، ر - ۹، س - ۱، ش - ۱، ط - ۱، ق - ۲،
ک - ۱۰، م - ۲، ن - ۴۲، و - ۱۲، ہ - ۳، ی - ۴۵ = ۱۷۷ (ایک سو ستتر)

دیوان میں ۱۱۱ غزلیں ہیں۔ کہیں کہیں حاشیہ پر بھی اشعار ہیں بعض جگہ مصرع کے بغل میں تصحیح شدہ مصرع باریک خط میں ملتا ہے۔ کہیں پر حروف کو مٹایا گیا ہے اور کہیں الفاظ کی ترتیب میں رد و بدل کیا گیا ہے۔ دیوان کے درمیان کہیں بھی کاتب کا نام، دستخط یا کسی طرح کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ مقام، تاریخ کتابت یا آغاز و انجام کا بھی پتا نہیں چلتا۔ غزل کے مقطعوں سے صرف شاعر کے تخلص کا پتا چلتا ہے اور استاد لیجی اتمی کا ذکر ہے۔ دیوان کے دو تین اور نسخوں کا بھی علم ہوا ہے۔ ایک لکھنؤ کی کسی لائبریری میں ہے اور دوسرا ابھو میں۔ خلیق کے کلام کی خصوصیات کا ایک اندازہ قائم کرنے کے لیے دیوان خلیق سے کچھ انتخاب پیش ہے:

بڑا حاصل زندگانی یہ ہے — اگر نیک نامی بشر لے گیا

ہاتھ پورا نہ پڑا زخم لگائے اوچھے — قتل کرنا بھی نہ تجھ کو مرے جلاد آیا

کٹتی نہیں ہیں مجرم الفت کی بیڑیاں — جو مر گیا وہ قید سے آزاد ہو گیا

مرے دل میں اگر آپ آئیے گا — داغ کی طرح سے رہ جائیے گا
ہاتھ جوڑوں بھی تو ٹھہریں گے نہ آپ — نبض کی طرح چلے جائیے گا

میں مر گیا وہ گھر کو گیا صبح وصل شب — نقارہ مرے کوچ کا نوبت تھی سحر کی

بحر کرم ہے جوش میں رب غفور کا — حیلہ ہی چاہتا ہے وہ عذر قصور کا

آنسو بھرے ہیں آنکھ میں گرتے نہیں مگر — آخر چھلک کے یہ پیا نہ رہ گیا

عیب چھپتا نہیں دنیا میں حسینوں کا خلیق — شمع کا چور کبھی بزم میں پنہاں نہ ہوا

ملے گا ہاتھ جس دن زائل شباب ہوگا — رنگ حنا نہیں جو پھر دستیاب ہوگا

کر کے فغاں سینے سے دل چل دیا — بول کے بلبل یہ کدھر اڑ گیا

اس لیے پوجتے ہیں یہ بت کو — کافروں کو خدا نہیں ملتا

وصف روئے یار میں تقریر کی حاجت نہیں — مصحف رخسار کو تفسیر کی حاجت نہیں

راز دل کیا کہوں کاندھے پہ فرشتے ہیں سوار — کہیں موقع نہیں ملتا مجھے تنہائی کا

خط تقدیر کا شکوہ ہے عبث — اس نوشتے کا ہر یکا رہے جواب

منتظر ہیں فصل گل آئے کہیں بہر جنوں — ہم گریباں چاک ہیں اور دامن کہسار ہیں

وہ رشک ماہ جو منھ سے لگائے شراب — فلک پہ شیشہ نظر آئے آفتاب شراب

خلیلؔ ساقی کوثر کے عشق میں ہے یقیں — کہ پئیگا داخل فردوس میں بے حساب شراب

جب سے دیکھا ہے تجلی جمال یار کو — روز و شب رہتے ہیں ششدر آفتاب و ماہتاب
حسن ذاتی کو نہیں آرائش ظاہر خلیلؔ — کب ہوئی محتاج زیور آفتاب و ماہتاب

ریگ ہو جاتے ہیں پتھر سر پٹکنے سے مرے — کوہ کو دم بھر میں کر دیتا ہے صحرا اضطراب

بے خبر مجھ سے ہے وہ آفت جاں آج کی رات — سو رہا ہے اسے اثر آہ کہاں آج کی رات
عالم خواب ہے سامان وصال اے گردوں — میں کہاں یار کہاں اور کہاں آج کی رات

سرکشی کثرت نعمت سے کریں کیوں نہ حریص — نفس پر زور ہوا انسان جو غذا کھائے بہت
اور بیمار ہوئے یار کے گھر جانے سے — ہم شفاخانے سے بھی روگ لگا لائے بہت
قبر میں ایک نے پوچھی نہ مری بات خلیلؔ — نام کو شہر خموشاں میں تھے ہمسائے بہت

حیرت ہوئی جلوہ ساقی کو دیکھ کر — منہ تک نہ آیا ہاتھ میں پیمانہ رہ گیا

جمال حور کا مٹی کی مورتوں کو دیا — کمال صنعت پروردگار دیکھ چکے

محبت مرض ہے محبت دوا ہے — محبت اجل ہے محبت شفا ہے

شرافت ہے حسن عمل سے خلیلؔ — جبیں پر کہاں شیخ و سید لکھا ہے

عشق اپنا اثر آخر کو یہ دکھلاتا ہے — پہلے غم کھاتے تھے ہم اب ہمیں غم کھاتا ہے

لاکھ پردوں میں ہوں پھر چھپتے نہیں — چتونیں چاہت کی تیور پیار کے

دل پہ بے یار کچھ عجب گزری — کیا کہوں کس طرح سے شب گزری
یہ بھی معلوم وصل میں نہ ہوا — کب ہوئی صبح رات کب گزری

خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں — خیال رزق ہے رزاق کا خیال نہیں

ناز سے منہ کو جو زلفوں میں چھپا لیتے ہو — جی سے بھاتا ہے یہ انداز تمہارا مجھ کو

ہر طرح مل رہے گا پس مرگ اے خلیلؔ — دس گز کفن گزری کا زمیں تین چار ہاتھ

وہ رنگ ہے تیرا کہ ترے رنگ کے آگے — جس رنگ کو دیکھا ہے وہ پھیکا نظر آیا

بزم سے یار نے یہ کہہ کے نکالا مجھ کو — اٹھیے، گھر جائیے، دم لے چکے ستا بہت

رونے پہ باندھے جو مری چشم تر کمر — کیسی زمیں فلک پہ ہو پانی کمر کمر

نہ کر تصور بتوں کا دل میں محل توبہ ہے کچھ حیا کر
خلیل کعبے میں بت پرستی خدا خدا کر خدا خدا کر
بسر کی عصیاں میں عمر ساری بتوں سے در پردہ دل لگا کر
الٰہی توبہ الٰہی توبہ گنہ کیے ہیں چھپا چھپا کر!!!

رہتا ہے عجیب حال ہر دم ‏ صوفی کی خانقاہ دل ہے
ترک دنیا خوب ہے حرص و ہوا اچھی نہیں ‏ ہر کس و ناکس کے آگے التجا اچھی نہیں
دوست دشمن ڈرتے ہیں ایذا کوئی دیتا نہیں ‏ خاکساری آدمی کو قلعہ ہے فولاد کا
کثرت میں تجھے دیدۂ وحدت سے جو دیکھا ‏ تو ارض و سما میں مجھے یکتا نظر آیا
نفاق و بغض و حسد سے نہیں کوئی خالی ‏ پھر اس میں صاحب دیں ہو خواہ دنیادار
منصور کو ذلیل انا الحق نے کر دیا ‏ کم ظرف کس شراب میں کیسا بہک گیا
تنگ اس قدر آیا ہوں کہ تجھ کو اٹھا دوں ‏ لیکن نہ اٹھاؤں میں بتو ناز تمہارا
رہی خلیل یہ نفرت ہمیں تصنع سے ‏ کیا نہ نظم کبھی قافیہ بناوٹ کا!
شاگرد ہو آتش کے خلیل جگر افگار ‏ ہاں اون میں بہت ملتا ہے انداز تمہارا
ہر دم نظم رہے کیوں نہ خلیل آتش کا ‏ ہے نیستاں میں ابھی خیر نیستاں میٹھا
شاعر ہوں خلیل تخلص ہے کچھ تک بندے جانتے ہیں ‏ کیوں ننگ ہے تجھ کو ملنے میں اے بت میں بھی گمنام نہیں

خلیل کے یہاں کئی ایک مسلسل غزلیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے:

دل مجھ سے منحرف ہے کچھ انقلاب ہوگا ‏ جس گھر میں پھوٹ ہوگی وہ گھر خراب ہوگا

کچھ غزلیں ایسی ہیں جن میں مسلسل کئی مطلعے ہیں مثلاً:۔

چلے وہ تو میں نقش پا ہو گیا ‏ رہا چشم دادم فنا ہو گیا
وہ بت رام ہو کر خفا ہو گیا ‏ الٰہی یہ کیا ماجرا ہو گیا
دم آہوں سے آخر فنا ہو گیا ‏ یہ طائر ہوا سے ہوا ہو گیا
کمر تک وہ گیسو رسا ہو گیا ‏ یہ بڑھ بڑھ کے سانپ اژدہا ہو گیا
چھٹے رنج سے دم فنا ہو گیا ‏ گرفتار بلبل رہا ہو گیا

بیان ملکیت سہ ماہی خدا بخش لائبریری جرنل اور دیگر تفصیلات

مطابق فارم نمبر ۴، قاعدہ نمبر ۸

۱- مقام اشاعت : خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

۲- وقفہ اشاعت : سہ ماہی

۳-۴- پرنٹر و پبلشر کا نام : محبوب حسین

قومیت : ہندستانی

پتا : رضا روڈ، پٹنہ۔۴

۵- ایڈیٹر کا نام : عابد رضا بیدار

قومیت : ہندستانی

پتا : ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

۶- ملکیت : خدا بخش لائبریری، پٹنہ۔۴

میں محبوب حسین اعلان کرتا ہوں کہ مندرجۂ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے ساتھ درست ہیں۔

دستخط پبلشر : محبوب حسین

۲۸ فروری ۱۹۸۷ء

پروفیسر شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی (پٹنہ)

(مسلسل)

تصحیح و اضافہ

مسامحات مرآۃ العلوم (جلد سوم)

(۲۴۸) صفحہ ۲۱۷، نمبر کتاب ۲۴۶۱- نام کتاب "انیس الغربا" فہرست نگار نے مصنف کا نام نہیں لکھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے۔ کسی نے نور الدین لکھا ہے اور کسی نے عبد الصمد بن افضل محمد، مگر اتفاق اس پر ہے کہ یہ کتاب نور قطب عالم (م ۸۱۸ھ/۱۴۱۵ء) بن علاء الدین پنڈوی (بنگال) کی ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مصنف کا نام قطب عالم ہی ہے۔ پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں اس کے گیارہ مخطوطے ملتے ہیں۔

(۲۴۹) صفحہ ۲۱۷، نمبر کتاب ۲۴۷۲۔ نام کتاب "اشارات حامدی"۔ مصنف کا نام کمال برہان الدین نہیں بلکہ صرف کمال الدین حامد ہے۔ اس کی تصنیف کا سال خود مصنف نے ۱۰۳۹ھ بتایا ہے۔ اس کی کتابت ۱۱۹۷ھ میں ہوئی۔ اس کا پروگریس نمبر فہرست میں ۴۷۹۵ ہے مگر اس کا نمبر ۴۷۵۰ ہونا چاہیے۔ کراچی کے انجمن ترقی اُردو کے نسخے میں مصنف کا نام حامد اسٹر شاہ پسر لعل شہباز قلندر ملتا ہے اور کراچی میوزیم کے نسخہ میں مصنف کا نام حامد الفقیر بن اکمل البرہان حامد ہے۔

(۲۵۰) صفحہ ۲۱۷، نمبر کتاب ۲۵۵۳، ۲۵۷۶۔ نام کتاب "الہامات قدسی"۔ یہ دونوں کتابیں ایک ہی مصنف کی ہیں اور کاتب بھی ایک ہی ہے۔ مگر نہ مصنف کا نام ہے نہ کاتب کا۔ کوئی ترقیمہ بھی نہیں جس سے کتاب کا نام بھی طور پر ظاہر ہوتا۔ یہ دونوں کتابیں دراصل ایک ہی ہیں جو دو جلدوں میں مجلد ہو گئی ہیں اور ان کے اوراق غلط ملط ہو گئے ہیں۔ اجزا میں ترتیب باقی نہیں۔ اس کے مختلف ابواب ہیں جو "عرفہ" کے عنوان سے ہیں۔ ا۔ ا۔ کا ابتدائی حصہ جس کو عرفہ اول کہا جا سکتا تھا نہ کسی میں نہیں۔ اگر وہ ہوتا تو شاید مصنف اور کتاب کا نام ظاہر ہوتا۔ چونکہ اکثر مقامات پر الہامات قدسی کے عنوان سے اشعار ملتے ہیں اسی بنا پر غالباً فہرست نگار نے اس کا نام "الہامات قدسی" رکھ دیا۔ عجب نہیں کہ اس کا نام "عرفات" کی نسبت سے کچھ اور ہو۔ اس کا فیصلہ سر دست مشکل ہے۔ فہرست میں کتابت کا سال پہلی جلد کا ۱۰۰۱ھ

اور دوسری جلد کا ۱۰۸۰ھ بتایا ہے۔ حالانکہ ہر جزو (حصہ) کا سنہ کتابت مختلف ہے جو ۱۰۷۲ھ تا ۱۰۸۱ھ کو محیط ہے۔

(۲۵۱) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۲۵۶۹ - نام کتاب 'چہل ناموس' مصنف کا نام ضیا بخش لکھا ہے جو ضیا نخشبی ہونا چاہیے تھا۔ مزید براں اس کتاب کی شمولیت تصوف کے فن کے ساتھ کیسے روا رکھی گئی، یہ سرے سے تصوف کی کتاب ہی نہیں۔ اس کو فن انشا یا ادب میں ہونا چاہیے تھا۔

(۲۵۲) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۲۷۶۳، نام کتاب 'توسل المرید علی المراد' ہے۔ فہرست میں کاتب کا نام نہیں۔ اس کتاب کے ص۶۰ (ب) پر پوری تفصیل ملتی ہے کہ کاتب کا نام اکرم علی ہے۔

(۲۵۳) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۲۹۹۲، نام کتاب 'بحر الانوار' کتابت کی تاریخ ترقیمہ میں ۱۱۰۱ھ ہے۔ فہرست میں ۱۲۱۲ھ غلط ہے۔ اس مجلد میں دو نسخے پائے جاتے ہیں جو علی الترتیب (۱) رسالہ غوثیہ اور (۲) بحر المعانی ہیں، مگر فہرست میں ترتیب الٹی ہو گئی ہے۔

رسالہ غوثیہ دراصل حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے، جس کی یہ شرح ہے۔ اصل کتاب یہی ہے۔ اوراق ۳۲ نہیں بلکہ ۲۱ ہیں۔ یہ رسالہ ناقص الآخر ہے۔ کیفیت کے خانہ میں اس کا اندراج ہونا چاہیے تھا۔ کاتب اور سنہ کتابت کا تعین قیاساً کیا گیا ہے۔ اندازہ ہے کہ دونوں کتابوں کا کاتب ایک ہی ہے۔ کتابت کا سنہ ۱۲۱۲ھ غلط ہے۔ ۱۱۰۱ھ ہونا چاہیے۔

(۲۵۴) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۳۳۹۵، نام کتاب 'بحر المعانی'۔ یہ کتاب اریب (OBLIQUE) بخط منحنی لکھی ہوئی ہے۔ فہرست نگار نے مصنف کا نام مکمل نہیں لکھا۔ کتاب کے ابتدائی ورق پر مصنف کا پورا نام اس طرح لکھا ہے "محمد بن نصیر الدین جعفری المکی الحسینی خلیفہ سلطان نصیر الدین چراغ دہلی"۔ اوراق ۷۳ کی بجائے ۸۳ ہیں۔ کاتب کا نام خیر اللہ ہے، جو اپنے کو غلام حبیب اللہ قنوجی لکھتا ہے۔ فہرست نگار کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

(۲۵۵) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۳۰۲۶، نام کتاب 'تعلیمات تصوف امام غزالی' کتاب کا نام فہرست نگار نے قیاساً تجویز کر کے لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ورق غائب ہے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ صحیح نام کیا ہے۔ آخری اوراق بھی غائب ہیں جن کی تعداد نہیں بتائی جا سکتی۔ فہرست میں کتاب کے اوراق کی تعداد ۲۳۴ بتائی ہے، جو شاید پہلے کبھی ہوگی۔ موجودہ صورت میں اوراق کی تعداد کل ۱۹۰ ہے۔ ۴۴ اوراق مختلف جگہوں سے غائب ہیں۔

(۲۵۶) صفحہ ۲۱۸ نمبر کتاب ۳۳۹۹۶ نام کتاب (منتخب از) حدیقۃ الشیعہ۔ یہ کتاب دراصل عقائد سے متعلق ہے نہ کہ تصوف سے۔ فہرست میں نہ تو مصنف کا نام ہے اور نہ کاتب کا۔ کیفیت کے خانہ میں اطلاع دی ہے کہ (حدیقۃ الشیعہ تالیف اردبیلی۔ عقائد صوفیا) منزوی جلد دوم (پاکستان) میں یہ اطلاع ہے کہ مصنف ملا احمد بن محمد اردبیلی سے یہ کتاب غلط طور پر منسوب ہو گئی ہے۔ دراصل اس کا مصنف معز الدین محمد اردستانی ہے۔ اس کی ایک اور تصنیف بھی ہے جس کا نام "کاشف الحق" ہے اور اسی کتاب میں کسی نے بعد میں کچھ اضافہ کر کے ایک رسالہ شامل کر دیا جس کا موضوع رد صوفیاں ہے اور نام اس رسالہ کا حدیقۃ الشیعہ رکھ دیا ہے۔ اور مصنف کا نام مقدس اردبیلی بتایا ہے۔ بہر حال یہ کتاب عقاید کی ہے۔ تصوف سے براہ راست اس کا تعلق نہیں۔

(۲۵۷) صفحہ ۲۲۰ نمبر کتاب ۳۰۰۰۷۔ نام کتاب "رسالہ تحقیق عالم شالی"۔ فہرست میں کاتب کا نام محمد دائم صدیقی ہے۔ صدیقی کی جگہ پر رشیدی سمجھئے۔

(۲۵۸) صفحہ ۲۲۰ نمبر کتاب ۳۱۱۷۱ نام کتاب رسالہ حوض الحیات۔ فہرست میں مصنف اور کاتب کا نام نہیں۔ یہ کتاب ناقص الآخر ہے۔ متن کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصوف کی کتاب نہیں بلکہ علم جوگ (یوگا) پر ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں تھی۔ اس کا فارسی ترجمہ مع اشکال مختلفہ ایک ہندو نے کیا ہے۔ جس کا نام معلوم نہیں۔ دراصل یہ کتاب "امرت کنڈ (جوگ)" کا ترجمہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ ہمدرد انسٹی ٹیوٹ دہلی میں موجود ہے۔

(۲۵۹) صفحہ ۲۲۱ نمبر کتاب ۲۴۷۰۳۔ اس کا ایکسیشن نمبر فہرست میں ۵۹۴۰ غلط لکھا ہے۔ صحیح نمبر ۵۷۴۰ ہے۔ فہرست نگار نے اس مجلد میں ۴ کتابوں کا ذکر کیا ہے:-

(۱) رسالہ نصیحت و تبصرہ۔ مصنف خواجہ نظام الدین کبری۔
(۲) رسالہ اجوبہ۔ شیخ شرف الدین یحیٰی منیری
(۳) فوائد المکی۔ ایضاً ایضاً
(۴) ارشاد السالکین ایضاً ایضاً

حالانکہ اس میں متعدد رسالے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) رسالہ نصیحت از حضرت نجیب الدین فردوسی بہ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری (تعداد اوراق ۲)

(۲) اسرار/عقائد صوفیہ۔ (مصنف ناشناس) (۳) نقل از رسالہ تبصرہ خواجہ نجم الدین کبریٰ
(۴) اجوبہ زاہدیہ۔ مکتوبات حضرت مخدوم شرف الدین بنام یکے از مریدان۔
(۵) فوائد رکنی۔ حضرت مخدوم شرف الدین احمد (۶) رسالہ کلید در بیان اقسام اذکار از ایضاً
(۷) رسالہ ارشاد السالکین ایضاً (۸) رسالہ اخص الخواص مصنف حضرت حسین نوشہ توحید بلخی
(۹) رسالہ اسرار صوفیہ (مطابق ۲) دوبارہ (۱۰) رسالہ تبصرہ (مطابق ۳) دوبارہ

چونکہ اکثر رسالے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اس کا نام محمد عزت ہے اس لئے گمان ہے کہ سب کا کاتب ایک ہی ہے صرف ۹ و ۱۰ کی کتابت کسی دوسرے کی ہے۔ رسالہ اجوبہ کے ترقیمہ میں سال کتابت ۱۱۸۸ فصلی لکھا ہے۔ اس لئے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ سب کی کتابت اسی سنہ کے لگ بھگ ہوئی ہے اور اسکی کتابت بارھویں صدی سمجھنا چاہیئے۔ فہرست نگار نے تیرھویں صدی غلط تجویز کی ہے۔ جلد ساز نے اکثر رسالوں کے اوراق الٹ پلٹ مجلد کر دیئے ہیں۔ اس لئے فہرست میں جو اوراق کی تعداد ہے وہ غلط ہو گئی ہے۔

(۲۶۰) صفحہ ۲۳۴ نمبر کتاب ۳۵۲۲، نام کتاب "رسالہ عشقیہ" فہرست میں مصنف کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس رسالہ کا ایک دوسرا نام بھی ہے "خیالات العشاق"۔ پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں اس کے کثرت نسخے ملتے ہیں جن کا تعارف جناب منزوی کی فہرست جلد ۳ میں پایا جاتا ہے۔ وہ اس کتاب کے مصنف کا نام قاضی القضاۃ ہمدانی بتاتے ہیں۔ "خیالات عشاق" (؟) کا ایک نسخہ کتبخانہ مشرقیہ میں بھی موجود ہے اور خان بہادر عبدالمقتدر کے مرتب کردہ فہرست جلد ۱۶ (صفحہ ۴۶-۴۸) میں اس کا تعارف ملتا ہے۔ اس نسخہ کے ترقیمہ میں جو عبارت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مصنف قاضی القضاۃ ہمدانی ہیں مگر خان بہادر مذکور اس انتساب سے اس لئے اختلاف کرتے ہیں کہ متن کتاب میں بہتیرے شعرا کے اشعار کے ساتھ سعدی اور حافظ کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں اور قاضی القضاۃ مذکور کی وفات ان دونوں حضرات سے بہت قبل ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے (وفات قاضی القضاۃ ۵۲۵ھ، وفات سعدی ۶۹۱ھ؛ وفات حافظ ۷۹۱ھ)۔

پاکستانی فہرست، مرتبہ جناب منزوی، جلد سوم میں "خیالات العشاق" کا مصنف قاضی حمید الدین ناگوری قرار دیا گیا ہے۔ مگر میرے خیال میں جناب منزوی سے بھی چوک ہوئی۔ وہ مصنف کے انتساب میں یہ فراموش کر گئے "کہ قاضی ناگوری کا عہد کیا ہے۔" قاضی مذکور کی وفات ۶۰۵ھ میں ہوئی۔ ان کا زمانہ بھی سعدی اور حافظ سے قبل کا ہے۔ الغرض یہ دونوں مصنفین ساقط الاعتبار ٹھہرے، تو اب سوال اس کا ہے کہ آخر اس کتاب کا مصنف ہے کون؟

خان بہادر نے یہ سراغ لگایا ہے کہ ایک شاعر مسعود بک کے اشعار بھی اس کتاب میں پائے جاتے ہیں مگر محض اس بنا پر مسعود کو اس کا مصنف قرار دینا تو محتاج سند ہے۔ اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ مسعود بک نے ایک کتاب بنام "تمہیدات" جناب عین القضاۃ کے تتبع میں اسی نام سے لکھی تھی اور دونوں کے نام میں بعد میں اشتباہ پیدا ہوا۔ خیالاتِ العشاق کے ایک صفحہ پر یہ مندرج ہے کہ اس کتاب کا نام "خیالات العشاق" مصنفہ قاضی القضاۃ ہمدانی ہے۔ یقین ہے ہمدانی اور مسعود بک کے ناموں میں اشتباہ ہوگیا۔ اصل کتاب مسعود بک کی تصنیف ہے جو ہمدانی کے تتبع میں لکھی گئی۔ یہ تو واضح ہے کہ دونوں مصنفوں نے تقریباً ایک ہی موضوع پر قلم فرسائی کی ہے۔ کاتبوں نے غلطی سے مسعود بک کے نام کے بجائے ہمدانی کا نام لکھ دیا۔

مسعود بک کا نام پاکستانی فہرست میں مسعود بیگ بتایا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس کا صحیح نام مسعود بک ہی ہے۔ بک ایک مقام کا نام ہے۔ اس سے اُس کا انتساب ہے۔ یہیں اس کا وطن تھا اور اس کی ایک اور کتاب بنام "مراۃ العارفین" بھی ہے جس کے کئی نسخے خدا بخش لائبریری میں موجود ہیں۔ (دیکھیے، جلد سوم مراۃ العلوم صفحہ ۲۳۵)، اس کی اور بھی تصنیفیں ملتی ہیں۔

مسعود بک کا پورا نام احمد بن محمود نخشبی بخاری ہے۔ خطاب شیر خاں۔ تخلص مسعود۔ فیروز شاہ بادشاہ ہند کے رشتہ داروں میں تھا اور والی بخارا تھا۔ تصوف کے اشتداد نے 'سلوک' سے 'جذب' کی طرف مائل کیا اور اس کی زبان سے ایسے کلمات سنے گئے جو علمائے ظاہر کی نظر میں قابل گردن زدنی تھے اس لئے ان کے فتوی پر مسعود کو جام شہادت پینا پڑا۔ یہ واقعہ ۸۰۰ھ یا ۸۳۶ھ کا ہے۔

مختصر یہ کہ 'رسالۂ عشقیہ'، 'خیالات عشاق' یا 'خیالات العشاق' کے نام سے تو موسوم ہے ہی، ایک اور نام سے بھی فہرست پاکستان میں مندرج ہے جس کا عنوان ہے "رسالہ بیہات بیہات"

(منزوی جلد سوم ص۱۵۱۹)۔ اس رسالے کے چند اوراق انڈیا آفس لائبریری میں بھی ملتے ہیں جسے ایتھے نے غلطی سے حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ سے منسوب کر دیا ہے، اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہاں پر یہ بات بھی بیان کر دینے کی ہے کہ فہرست نگار مرآۃ العلوم جلد سوم نے صفحہ ۲۱۷ پر ایک کتاب 'انیس العشاق' کو ایتھے کی غلط فہمی کی بنا پر خیالات عشاق اور اس کو حضرت مخدوم مذکور کے ساتھ منسوب کر دیا۔ یہ انتساب سر دست غلط ہے۔ انیس العشاق سرے سے تصوف کی کتاب ہی نہیں۔

یہ تو اوپر بیان ہو چکا کہ خیالات عشاق (رسالہ عشق) کے مختلف نام ہیں: ایک اور نام سے بھی یہ کتاب موسوم ہے، یعنی "رمز مخفی" یا "رمز خفی" ـــ اور یہ بھی مختلف مصنف سے منسوب ہے، یعنی قاضی القضاۃ ہمدانی، قاضی حمید الدین ناگوری (مرید شیخ شہاب الدین سہروردی)، اور شیخ حمید الدین ناگوری (خلیفہ حضرت معین الدین چشتیؒ) وغیرہ۔ یہ سارے انتسابات غلط ہیں۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسالہ عشقیہ کا مصنف مسعود بک ہے۔

نوٹ: فہرست میں یہ اطلاع بھی ضروری تھی کہ اس کتاب کے ساتھ ایک دوسری کتاب بنام 'نزہت الارواح' بھی مجلد ہے۔

(۲۶۱) صفحہ ۲۲۲، نمبر کتاب ۳۶۹۹ - نام کتاب: 'ترجمہ رسالہ غوثیہ' فہرست نگار نے مصنف کا نام شیخ عبد القادر جیلانیؒ لکھا ہے۔ حضرت جیلانی مذکور کی کتاب تو عربی زبان میں ہے۔ یہ دراصل اس کا نثری ترجمہ ہے۔ اس کتاب کا مؤلف ولی بن ملوک شاہ صدیقی القادری ہے۔ اس کے ایک نسخہ کا اندراج فہرست میں صفحہ ۲۱۸ پر ہو چکا ہے جس کا نمبر ۲۹۹۲ ہے۔ اس کی اطلاع کیفیت کے خانہ میں ہونی چاہیے تھی۔ کتابت کی تاریخ بھی فہرست میں غلط ہے۔ ۱۲۵۹ھ کے بجائے ۱۲۶۱ھ ہونا چاہیے۔ خط نستعلیق تو نہیں مگر تعلیق کہا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک اور نسخہ بھی ہے جس کا نمبر ۱۳۶۵ ہے (مرآۃ العلوم جلد اول ص۲۲۳)۔ کیفیت کے کالم میں یہ اطلاع بھی ضروری تھی کہ اس مجلد میں دو اور کتابیں منسلک ہو گئی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:

(۱) بحر الواصلین (کتاب نمبر ۳۶۹۸) (۲) اخلاق العارفین (کتاب نمبر ۳۷۰۰)۔

(۲۶۲) صفحہ ۲۲۳، نمبر کتاب ۳۲۲۴، نام کتاب 'شرح عوارف المعارف' موسوم بہ مصباح الہدایۃ و مفتاح الکفایہ یہ دراصل شرح نہیں بلکہ عوارف المعارف (عربی) کا ترجمہ بزبان فارسی ہے۔ ترقیمہ میں اس کو ترجمہ بتایا

گیا ہے۔ تاریخ کتابت گرچہ حاشیہ پر ترجمہ کے بعد ۱۲۳۴ھ لکھا ہے لیکن یہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ غالباً اسی لیے فہرست نگار نے اس کی کتابت تیرہویں صدی بتائی ہے مگر اسکی وضاحت ضروری تھی قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ کتاب جس نسخہ سے نقل ہوئی اُس کا سنہ کتابت ۱۲۳۴ھ ہوگا۔

(۲۶۳) صفحہ ۲۲۴ نمبر کتاب ۳۴۲۵۔ نام کتاب "لطافت اشرفی" یہ کتاب بڑے ناقص طور پر مجلد ہوئی ہے۔ نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم۔ اوراق پر جو نمبرات لکھے ہوئے ہیں ان کی ابتدا (۳۲۱) سے ہوتی ہے اور انتہا (٦٥٦) پر۔ اس شمار سے اوراق کی کل تعداد ۳۳٦ ہونی چاہیئے۔ مگر دراصل ۲۱٦ ہے اس کے علاوہ اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر جگہ کسی دوسری کتاب کے اوراق بھی اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ مزید یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اوراق کی شیرازہ بندی بھی بڑی بے احتیاطی سے ہوئی ہے۔ اوراق الٹ پلٹ بندھ گئے ہیں۔ کتاب بھی بہت مرمت طلب ہے۔ یہ سب اطلاعات فہرست سے غیر حاضر ہیں۔

(۲٦۴) صفحہ ۲۲۴۔ نمبر کتاب ۳۹۸۰۔ نام کتاب "لطائف المعانی"۔ فہرست میں تعداد اوراق ۲۵ بتائی گئی ہے۔ صحیح تعداد صرف ۱۲ ہے۔ منزوی جلد سوم (پاکستانی) میں اس کا نام لطف المعانی لکھا ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ منزوی میں اس کو مخدوم شرف الدین بہاری سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔ فہرست نگار نے کتاب کے مصنف کا نام صحیح بتایا ہے۔ مخدوم بہاری اس کے مصنف نہیں۔

(۲٦۵) صفحہ ۲۲۵ نمبر کتاب ۴۰۱۳۔ نام کتاب "ذبائح جامی"۔ کاتب کا نام تو فہرست نگار نے صحیح لکھا ہے مگر اس کے باپ کا نام چھوڑ دیا ہے۔ باپ کا نام قاضی محمد ہے۔ ترقیمے میں ہے کہ اس کی کتابت (۱۵٦) میں ہوئی جو یقینی ناقابل قبول ہے۔ چونکہ یہ کتاب خط نسخ میں ہے (مگر فہرست نگار نے نستعلیق بتایا ہے) اور قدیم ہے اس لیے گمان یہ ہے کہ شاید (۱۱۵٦) ہوگا۔ فہرست نگار نے کتابت کا تخمینہ تیرہویں صدی بتایا ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے۔ فہرست میں یہ اطلاع ہے کہ مُہر صفحہ آخر پر ہے حالانکہ صفحہ اول (ب) پر ہے۔ فہرست میں یہ اطلاع بھی ہونی چاہیے تھی کہ اس کتاب کے ساتھ حسب ذیل کتابیں اور بھی مجلد ہیں:۔

(۱) مخزن اسرار نظامی (۲) قصہ قاضی دو دزد (۳) قصہ تمیم انصاری (۴) قولنامہ حضرت رسالت پناہ (۵) جنگ نامہ امیر المومنین حسن و حسین۔

(٢٦٦) صفحہ ٢٢٥ نمبر کتاب ٢٥٦٦ ۔ نام کتاب مصباح الہدایت ۔ یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ہے جو فہرست
کے صفحہ ٢٢٣ پر درج ہو چکا ہے ۔ اس کے دو اور نسخے بھی اسی کتب خانے میں ہیں (کتاب نمبر ...
١٣٦١ مراۃ العلوم جلد اول) فہرست نگار نے کتاب نمبر ١٢٣٢ اور ٢٥٦٦ کو دو الگ الگ تصانیف کے
کر ان کا علاحدہ علاحدہ اندراج کیا ۔ مصنف کا نام بھی مختلف بتا دیا ۔ یعنی پہلے نسخہ کا مصنف
عزیز الدین بن علی الکاشانی اور دوسرے نسخہ کا مصنف محمود علی کاشانی حالانکہ دونوں تصنیف
ایک ہی ہیں ۔ فہرست میں نسخہ بالا کے اوراق کی تعداد ٢١٩ بتائی ہے حالانکہ صحیح تعداد ٢٢٩ ہے ۔

(٢٦٧) صفحہ ٢٢٥ ۔ نمبر کتاب ٣٩١٤ ۔ نام کتاب مراۃ العارفین ۔ اس نسخہ کا صفحہ اول غائب ہے جس کا اندراج
فہرست میں نہیں ۔ فہرست میں اوراق کی تعداد ١٥٠ بتائی گئی ہے مگر موجودہ نسخہ صرف (٩٢) اوراق پر
مشتمل ہے ۔ تعجب ہے کہ اوراق کی تعداد میں اتنا اختلاف کیوں ہوا ۔

(٢٦٨) صفحہ ٢٢٦ ۔ نمبر کتاب ٢٦٠٠ ۔ نام کتاب منہاج العابدین ۔ فہرست نگار نے اس کو اصلی کتاب منہاج العابدین سمجھا ہے
یہ اس کا فارسی ترجمہ ہے ۔ مترجم کا نام بھی نہیں لکھا ۔ اصل کتاب امام غزالی کی ہے ۔ اسکا مترجم شیخ یوسف بڈھ ہے

(٢٦٩) صفحہ ٢٢٧ ۔ نمبر کتاب ٣٠٧٦ ۔ نام کتاب منہاج العابدین ۔ فہرست نگار نے صحیح اطلاع دی ہے کہ یہ ترجمہ ہے
اور اس کے مترجم شیخ یوسف بڈھ ہیں ۔ فہرست انگریزی جلد ١٦ ۔ کتاب نمبر ١٢٧٩ میں اس کی پوری صراحت
ملتی ہے ۔ تعجب ہے کہ فہرست نگار نے ماقبل کتاب نمبر ٢٦٠٠ کو غلط طور پر اصل کتاب سمجھا حالانکہ یہ دونوں کتابیں ترجمہ
خدا بخش جرنل ۲۸ صفحہ ۱۳۹ پر مسامحات کے سلسلہ میں اس کتاب کے متعلق یہ اطلاع درج ہے کہ ۔
"یہ ترجمہ نہیں بلکہ امام غزالی کی تصنیف منہاج العابدین کا اصل متن ہے ۔ مصنف کے خانے میں کاتب
کا نام درج ہو گیا ہے ۔ حاشیہ پر ملوک شاہ کی کتاب مناقب غوثیہ تحریر ہے جس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے"
تسامح کی یہ گرفت ناقابل قبول ہے ۔ زیر بحث کتاب امام غزالی کی اصل کتاب کا متن نہیں بلکہ
یہ بھی اول الذکر کتاب (٢٦٠٠) کی طرح ترجمہ ہے اور شیخ یوسف بڈھ کاتب نہیں بلکہ خود مترجم ہیں ۔
فہرست میں نام صحیح درج ہے ۔ رہا حاشیہ پر "مناقب غوثیہ" کا اندراج تو یہ مناقب غوثیہ نہیں
بلکہ رسالہ غوثیہ مصنفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی شرح ہے ۔ اس کے شارح ولی بن ملوک شاہ ہیں
اس کے متعدد نسخے پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں ہیں (منزوی جلد ۲ صفحہ ١٠١٨) خدا بخش
فہرست جلد ١٦ میں نمبر ١٣٥٠ پر تفصیل دیکھئے ۔

جناب فرخ جلالی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی ایک یادگار

چندا بائی کی تحریر میں صد پند لقمان

حیدرآباد (دکن) کی مشہور شاعرہ چندا بائی ماہ لقا کے ہاتھ کا لکھا "صد پند لقمان" کا ایک مخطوطہ خدابخش لائبریری میں محفوظ ہے جو نستعلیق خط میں ۱۲۲۰ ہجری کا تحریر کردہ ہے ترقیمہ میں نواب سکندر جاہ کے نام کے علاوہ مہاراجہ چندو لال شاداں (پیشکار اعلیٰ) اور نواب منیر الملک جد نواب سالار جنگ میر تراب علی کا ذکر بھی ہے۔ اس کے پہلے صفحے کا عکس درج ذیل ہے:۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

این صد پند دلپسند سودمند است

که لقمان حکیم پسر خود را وصیت

کرده و فرموده که هر سخن را این

ترجمے کی عبارت یہ ہے:

کتبہ کنیز اہل بیت علیہم السلام
چند ابی بی المخاطب ماہ لقا بائی
بنت میدا بی بی المخاطب
راجکنور بائی بتاریخ دویم ماہ
رجب سنہ ۱۲۳۷ الہجری در بلدہ
فرخندہ بنیاد حیدرآباد در ریاست
نواب بندگان حضرت قدر قدرت

سکندر حشمت نواب سکندر
جاہ بہادر مد ظلہ العالی و در دیوان
نواب صاحب بلند اقتدار نواب
منیر الملک بہادر مد ظلہ و مہاراجہ
صاحب عظیم الشان رکن السلطنہ
راجہ چندو لعل بہادر مد اللہ
ظلہ تحریر یافت

مطبوعات جدیدہ

مشاہدے: وزیر پانی پتی۔ ادبی معیار پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳/۷۸ صدر کراچی ۳، ۱۲۸ صفحات ۵

وزیر پانی پتی کی کتاب "مشاہدے" کے بارے میں مختصر ترین بات جو کہی جا سکتی ہے یہ ہے کہ یہ ایک غیر مو کتاب ہے جس میں جرأت مندانہ تنقید کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔ کتاب میں شامل مضامین کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) علامہ نیاز فتحپوری (۲) حسن عسکری کے "جزیرے" کا اختتامیہ (۳) "اردو شاعری کا مزاج" نیری نظر میں (۴) ممتاز شیریں کا تنقیدی شعور (۵) لیب تیموری اور ان کی شاعری (۶) انور سدید کے تنقیدی زاویے (۷) عرش صدیقی کی غزل گوئی (۸) نگاہ اور نقطے پر ایک نظر (۹) شکیل احمد ضیا کی غزل کا ایک خاص پہلو (۱۰) پورا شاعر ادھوری زندگی (۱۱) سراج الدین ظفر اپنی شاعری کے آئینے میں (۱۲) رئیس فروغ کے ایک ناقد تنقید کی روشنی میں (۱۳) اردو شاعری میں انسان دوستی کی مثال (۱۴) کیف انصاری کی غزل (۱۵) مسعود میکش۔ تخص شاعر (۱۶) پرویز پوری کا ایک سرگرم وکیل (۱۷) اقبال۔ اقبال ہے۔

کتاب کا دیباچہ پروفیسر عتیق احمد نے لکھا ہے "کچھ رسمی کچھ غیر رسمی باتیں" وزیر کی رائیں اکثر روایت شکن اور خاصی تند و تیز ہیں کچھ اقتباسات دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے

● اردو شعرا میں جوش ملیح آبادی کے علاوہ انسان دوستی کا تصور بہت کم ملتا ہے، لیکن اسلامی انسانیت اور اشتراکی انسانیت کا پرچار کرنے والے حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور انسانی انسانیت کا کوئی نقیب نظر نہیں آتا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ پاکستان میں بسیط انسانیت کے فنکاروں کو خود دائرہ انسانیت ہی سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ جوش جیسے انسان دوست اور محبِ انسانیت شاعر کو جو صلہ دیا گیا ہے وہ "ساقی" کے "اصلی جوش نمبر" سے ظاہر ہے اور یہی نہیں بلکہ انگریزی زبان میں جوش کی مکمل سوانح عمری

(The Life and Works of Josh Malihabadi)

کے مسودے کو ناشر کے یہاں سے غائب کرانے اور کتب کے مؤلف پر تخویف و ترغیب کے تمام حربے آزمانے کا دستاویزی ریکارڈ بھی کتب و جرائد میں محفوظ ہے۔ اس تمام شر کی بنیاد اس نفرت پر تھی کہ کسی وجہ سے فیلڈ مارشل ایوب خان

جوشؔ سے ناراض تھے۔ (ص ۱۰۷)

● مرزا بیدلؔ نے نظریۂ ارتقاء کے مفکر چارلس ڈارون سے بھی ڈیڑھ سو سال پیشتر کا زمانہ پایا ہے جنھوں نے آدمی کا مورث اعلیٰ بندر کو قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:-

ع شنیدم جدِّ آدم بوزنہ بود

اور انقلابی کمیونزم کی ترغیبات خواجہ حیدر علی آتشؔ کے یہاں واضح طور پر نظر آتی ہیں، جو کارل مارکس سے سو برس پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ فرماتے ہیں:

منعم کو ذی کے گھر کو اہلِ حاجت لوٹ لیں (ص ۱۲۶)

● یہاں مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ سید الاحرار مولانا حسرتؔ موہانی اقبالؔ سے بڑے آدمی اور صاحبِ کردار مومن اور حریت پسند رہنما تھے۔ یہاں میں ان جہلا کے افکار و اذکار سے بحث نہیں چاہتا، جو علاقہ پرستانہ عصبیت کی بنیاد پر اقبالؔ کو فوق البشر قرار دیتے ہیں۔ (ص ۱۲۷)

● پروفیسر ریاض صدیقی کی یہ کتاب اقبالؔ کی تنقیص ہرگز نہیں، بلکہ یہ اقبالؔ کے ان نادان دوستوں اور بیکار و ہشیار قسم کے "دیوانوں" پر تنقید ہے، جو اپنے سرو پا ستائشی مضامین کے ذریعے خود کو نمایاں اور اقبالؔ کو پنہاں کرنے کے عمل میں مصروف ہیں۔ (ص ۱۲۸)

●●

رسائل موصولہ

درسیاتِ اردو کا سالنامہ، انسٹیٹیوٹ آف اردو واسٹڈیز شکاگو۔ ایڈیٹر چودھری محمد نعیم (سی ایم نعیم)، ۱۲۰ صفحات - ۱۹۸۳ء، زبان انگریزی۔

مشتملات: جرأت کا ایک شہر آشوب مع ترجمہ انگریزی • اس شہر آشوب کے بارے میں چند باتیں (شمس الرحمٰن فاروقی) ساقی فاروقی کی کچھ نظمیں: انگریزی ترجمے میں • ساقی فاروقی کے بارے میں (فاروق حسن) ساقی کی نظم "خالی بورے میں زخمی بلا" اس کے چار انگریزی تراجم (چودھری محمد نعیم، رافع حبیب، فاروق حسن، عالمگیر ہاشمی) • اختر جمال کا ایک افسانہ (مترجم احمد علی) • غلام عباس کا ایک افسانہ (مترجم نعیم) مشاعرہ: ایک مقالہ (حبیب الرحمٰن) • غالب ہمارا معاصر (عالم خوندمیری - مترجم محمد عمر میمن): اصلاً مضمون "شب خون" ستمبر ۷۰ء میں چھپا۔ • مفصلات "دہلی میں مارچ ۱۸۶۸ء میں شائع شدہ ایک اہم مضمون" غالب کی حمایت میں برہان قاطع کے خفیہ ذیل میں (نعیم اور محمد صادق کے نوٹ کے ساتھ (اسلام آباد کے دی مسلم سے منقول) • ن م راشد کا ایک خط جب وہ نذر خستہ کے نام سے ۱۹۲۶ء میں لکھتے تھے (یہ عطیہ ہیں ان کے داماد فاروق حسن کا جو خود بھی اچھے شاعر ہیں) • کتابوں پر تبصرے، شمس الرحمٰن فاروقی کی انگریزی کتاب جسٹس زبیری کی "خوشحال خواجہ اہل دہلی"، بزرگی کی اقبال پر کتاب مع منتخبات اقبال (از شمس و بادرنگ) • استا رسالے (از فاروقی) یہاں جن کتابوں کا ذکر ہوا ہے ان سب کے نام • خبریں: اردو مرکز لندن کے بارے میں ایک نوٹ (از اکمل، آئی اے یوسفی، الطاف گوہر اور افتخار عارف) • ڈاک سے لندن کے مشاعروں کی انتظامیت پر ایک نوٹ اور نقل • بارہ جلدوں میں پاک اردو لغت مکمل ہو گئی • صلاح الدین محمود کی نظم جو اردو میں منسوخ ہو گئی اور انگریزی کی پوری شائع ہونے کی اجازت مل گئی (جنگ، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء): نظم کا عنوان "بے عیب کا قاصد": رسالے میں پوری نظم بھی چھپی ہے۔ آغاز کا مصرع دلچسپ ہے "پانی میرا دوست" جو ہندوستان کی ایک غزل کا بھی مصرع ہو گیا ہے؟ • احمد فراز سابق ریذیڈنٹ ڈائرکٹر پاکستان نیشنل سنٹر اپریل ۸۲ء میں معتوب ہوئے اور جون میں وہ اور حبیب خان بیس دن کے لیے کراچی جیل میں بند رہے۔ • احمد فراز کی تازہ کتاب "بے آواز گلی کوچے میں" لندن سے نکلی ہے۔

• زاہد ڈار کا دوسرا مجموعہ "محبت اور ناامیدی کی نظمیں" لاہور سے ۱۹۸۲ء میں نکلا تھا اس کے ناشر نے اس میں سے آدھا صفحہ کاٹ کے نکال دیا۔ اس میں جو نظم تھی وہ نقل کی گئی ہے • تعزیت: جوش م ۲۲-۲-۸۲ء۔ فراق م ۳ مارچ ۸۲ء، احسان دانش م ۱۹۸۲ء، حفیظ جالندھری م ۱۹۸۲ء۔ خدیجہ مستور م ۲۶ جولائی ۸۲ء۔ غلام عباس م یکم نومبر ۸۲ء۔ اور ظہور نظر، پیر محمد حسام الدین راشدی، راز مرادآبادی، جمیل کرشنی اٹک، زبیدہ خاتون • محمود خاور اور حسن عباس رضا "خیابان" چھاپنے کے جرم میں گرفتار (لاہور) (جرم: فحش لٹریچروں کی اشاعت)۔ [خیابان راولپنڈی کے تین پرچے نکلے ہیں] • احتساب "لاہور (ایڈیٹر عبداللہ ملک)

• اردو انٹرنیشنل (ٹورنٹو کا سہ ماہی پرچہ)، ایڈیٹر: اشفاق حسین اور حسن عابد جعفری: نیا دور (کولمبس اوہیو: ایڈیٹر سہیل جمالی) کے بعد بہتر نیا پرچہ • اردو دنیا (شکاگو) ۶ پرچوں کے بعد بند ہوگیا ہے • ڈاکٹر داؤدی ایم زبیری نے شمالی امریکہ میں اردو کا پہلا ناول لکھا ہے • بازگشت اردو شعرا کا انتخاب (از قریشی۔ مقدمہ از فیض) • خالد حسن فاروق حسن کا مرتبہ انگریزی میں اردو افسانوں کا مجموعہ چھپا

اقبالیات جو اقبال ریویو کا نیا لباس ہے اور اس طرح اس کی اشاعت کو ۲۷ برس ہو گئے اپنی نئی سج دھج میں زیادہ بہتر پرچہ بن کے سامنے آیا ہے۔ پورا پرچہ اقبال کے لیے وقف ہے اور مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن اور علامہ اقبال (پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم)، داغ کے اثرات اقبال پر (پروفیسر جگن ناتھ آزاد)، انفرادی تہذیب اقبال کی نظر میں (ڈاکٹر ظفر حسن ملک)، خودی (حکیم احمد شجاع پاشا مرحوم)، علامہ اقبال خطوط کے آئینے میں (ڈاکٹر جمیل جالبی)، اقبال ایران کی درسی کتب میں (ڈاکٹر محمد ریاض)، کلام اقبال میں تذکرہ حیوانات (ڈاکٹر اکبر حسین قریشی)، عقل و وجدان: اسلامی نقطہ نظر سے باہمی تعلق (سید حسین نصر ترجمہ احمد جاوید)، اقبال پر ایک یادگار عالمی اجتماع: حیدرآباد اجتماع (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

علاوہ ازیں تبصرہ کتب میں ذیل میں ان ہی کے سلسلے سے دو کتابوں پر بہت تفصیلی تبصرہ بھی قابل ذکر ہے ایک "علوم اقبال" پر جو ان ہی کے بھتیجے کی تصنیف ہے دوسرا "اقبال کا تصور اجتہاد" جو خالد مسعود کی تصنیف ہے۔

تحائف موصولہ

ادارہ ایران پاکستان کی چند مطبوعات

• **نسایم گلشن** (شرح گلشن راز) از: شاہ داعی الی اللہ شیرازی (م ۸۷۰ھ) مرتبہ: محمد نذیر رانجھا

ص: ۵۲+۳۷۶ = ۴۲۸، طباعت: مارچ ۱۹۸۳ء۔

شیخ محمود شبستری کی منظوم تصنیف۔ متن سے قبل مرتب محمد نذیر رانجھا کی چالیس صفحے پر پھیلی ہوئی پیشگفتار کے تحت مصنف کی سوانح عمری اور ان کی ۸۰ تالیفات کا تعارف پھر متن ہے ــــ اور آخر میں چند اشاریے۔

• **اخلاق عالم آرا** از: محسن فانی کشمیری (م ۱۰۸۱ھ) مرتبہ: غ۔ جاویدی ص ۲۵۰

طباعت: ۱۹۸۲، قیمت: ۶۰ روپے

متن سے قبل غ۔ جاویدی (منزوی) مصنف کے حالات زندگی اور کتاب کی افادیت و اہمیت پر گفتگو

متن کے مشتملات:

فن اول:۔ دربیان تہذیب الاخلاق، فن دوم:۔ در تدبیر منزل کہ آنرا حکمت منزل نیز خوانند

فن سیوم:۔ در سیاست مدن۔

ہر فن کے ذیلی ابواب ہیں اور پھر ہر باب مختلف فصلوں پر منقسم ہے۔ مثلاً فن اول تین باب پر مشتمل ہے۔

باب اول:۔ دربیان فضایل و متعلقات آن، باب دوم:۔ در ترتیب اکتساب فضایل و حفظ صحت نفس، باب سیوم:۔ در معالجۂ امراض نفسانی و در دانستہ علل روحانی

اسی طرح "فن دوم" دو باب پر مشتمل ہے۔

باب اول:۔ در سبب احتیاج بمنزل و معرفت ارکان آن، باب دوم:۔ در تدبیر بعض از اینہا ارکان و بیان احکام آن۔

اور "فن سیوم" بھی دو باب پر مشتمل ہے۔

باب اول:۔ در سبب احتیاج بہ تمدن و شرح احوال و اقسام آن، باب دوم:۔ در تدبیر ملک و آداب ملوک و معاشرت۔

خاتمہ: چند مفید نصیحتوں پر۔

• **احوال و آثار میرزا اسد اللہ خاں غالب** از: محمد علی فرجار، ص ۲۵۴، طباعت ۱۹۷۷،
مطبع مکتبہ جدید پریس لاہور۔ قیمت ۲۵ روپیہ۔

پیش لفظ از ڈاکٹر جعفر محجوب۔ "مقدمۂ مؤلف" از محمد علی فرجار ہندوستان میں فارسی زبان و ادب
روایت اور اس کی تاریخ اور ایک سرسری نظر اور غالب کے فن پر مختصر گفتگو

مشمولات: ایران و ہند کے تمدن کے باہمی ارتباط، غیر منقسم ہندوستان کے مختلف گوشوں میں فارسی
زبان کا رواج، مرزا غالب کی سوانح حیات (از ولادت تا وفات)، غالب کی مختلف منظوم/منثور
تصانیف مثلاً "مہر نیم روز" اور "پنج آہنگ" وغیرہ کا جائزہ، "بعض نکتہ ہا درباره نویسندگی غالب"
کے زیر عنوان غالب کی نثری و شعری خصوصیات پر بحث۔ آخر میں بطور نمونۂ کلام، غالب کی غزل،
قصیدہ، رباعی اور قطعہ وغیرہ سے ایک انتخاب

• **تذکرۂ ریاض العارفین**، بخش اول و دوم (آفتاب رائے لکھنوی)، ص ۵۲۳ + ۳۸۱ ، ۹۰۴
طباعت بخش اول ۱۹۷۷، طباعت بخش دوم ۱۹۸۲، مطبع: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، قیمت ۶۰+
۱۲۰ = روپیہ

یہ کتاب فارسی شعرا کا ایک ضخیم تذکرہ ہے جس میں مؤلف نے حروف تہجی کا التزام رکھا ہے۔ بخش اول الف
تا ظ سے شروع ہونے والے ناموں پر مشتمل ہے جبکہ بخش دوم "ع تا ی" سے شروع ہونے والے ناموں کا احاطہ کرتا ہے۔
مجموعی طور پر ۱۱۵۵ شعرا کا تذکرہ ہے۔

بخش اول میں "سخنی ہائے گفتنی" کے زیر عنوان تذکرہ کے مصحح اور مقدمہ نگار سید حسام الدین راشدی
کا ایک مقالہ ہے جس میں مؤلف کتاب آفتاب رائے کے مختصر تعارف کے ساتھ انھوں نے اس کتاب کے کیف و کم
کو بھی واضح کیا ہے۔

بخش دوم میں "پیش گفتار" کے عنوان سے سید عارف نوشاہی کا ایک مبسوط مقالہ ہے جس میں انھوں نے
"ریاض العارفین" کے بعض اسقام کو اجاگر کرنے کے علاوہ مؤلف کتاب آفتاب رائے لکھنوی کے خاندانی پس منظر
کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے بعد "ریاض العارفین" کے مصحح پیر حسام الدین راشدی کے علمی کارناموں کا جائزہ لیتے
ہوئے ان ۴۴ کتابوں کا ذکر کیا ہے جنھیں راشدی صاحب نے اپنے تصحیح و مقدمہ کے ساتھ شایع کیا ہے۔
آخر میں انھوں نے مشفق خواجہ کا بطور خاص شکریہ ادا کیا ہے جنھوں نے سب سے پہلے "ریاض العارفین" کے

خطی نسخے کا پتہ لگایا ہے۔

• **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان** (جلد اول) از: احمد منزوی، ص ۹۳۹، طباعت ۱۹۸۳، قیمت ۱۲۰ روپیہ

جیسا کہ نام کتاب سے ظاہر ہے، یہ کتاب فارسی زبان کے اُن قلمی نسخوں کے تذکرے پر مشتمل ہے، جو پاکستان کے مختلف گوشوں میں بکھرے پڑے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کتاب دس حصوں پر محتوی ہے جو بالترتیب اس طرح ہیں:۔

بخش یکم: تفسیر، بخش دوم: تجوید، بخش سوم: درباره قرآن، فہرست مؤلفان علوم قرآنی، بخش چہارم: ریاضی، بخش پنجم: ستاره شناسی، بخش ششم: علوم غریبہ، فہرست مؤلف علوم ریاضی و غریبہ، بخش ہفتم: طبیعیات، بخش ہشتم: ترازشکی، بخش نہم: کیمیا، بخش دہم: چند دانشی۔

کتاب کا آغاز "سخن مدیر" سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مؤلف کتاب احمد منزوی کا "پیشگفتار" ہے جس میں انھوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اپنے اس کام کو کس طرح انجام دیا ہے۔

• **احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی**ؒ (با شش رسالہ از وی) از: ڈکٹر محمد ریاض، سنہ طباعت: ۱۹۸۵ء، صفحات: ۵۸۵۔

مشمولات: باب اول، شرح احوال میر سید علی ہمدانی۔ باب دوم، آثار میر سید علی ہمدانی، باب سوم، رسالہ نوریہ و مقدمہ و تعلیقات آن۔ باب چہارم، مشارب الاذواق (شرح سید ہمدانی بر قصیدۂ میمیۂ ابن فارض)۔ باب پنجم، مرادات دیوان حافظ و توضیح اصطلاحات آن از سید ہمدانی۔ باب ششم، چہل و یک غزل از سید ہمدانی۔ باب ہفتم، رسالہ درویشیہ، باب ہشتم، السبعین فی فضائل امیر المؤمنین۔ باب نہم، رسالہ ذکریہ۔

• **تذکرۂ علماء امامیہ پاکستان** از سید حسین عارف نقوی، سنہ طباعت: ۱۹۸۴ء، صفحات: ۴۶۲

• **صیدیہ** (بخش ذبایح و اطعمہ و اشربہ از شرح فارسی شرائع محقق۔ از: سعد الدین ہروی، بہ تصحیح: محمد سرفراز ظفر، سنہ طباعت: ۱۹۸۴ء، صفحات: ۲۵۶۔

مشمولات: فصل اول۔ در بیان دلایل بر جواز صید، فصل دوم۔ در شرائط صید کردن، فصل سوم۔ (صید با زدہ چرغ و مانند آن)۔ فصل چہارم۔ (صید با سگ و یوز و مانند آن)، فصل

پنجم ـ در مسایل تیر انداختن، فصل هفتم ـ (شکاری که ملک کسی میگردد و احکام آن)، فصل هشتم ـ
در بیان ذبح کردن و کشتن، فصل نهم ـ در بیان آنچه حلال است و حرام است از جانوران، فصل دهم ـ
(مذهب امام شافعی در شکار با جانوران درندگان)، فصل یازدهم ـ در بیان باز ماندهٔ طعام و آب ـ
فصل دوازدهم ـ (در بیان بول و انگندهٔ جانوران درندگان)، خاتمه ـ در بیان ناهماد و حکمت
خاصیت های جانوران و غرایب حکایت ایشان ـ

• **منشور فریدون بیگ گرجی** ـ مقدمه و تصحیح: دکتر سید مهدی غروی، سنهٔ طباعت: ۱۹۷۲،
صفحات: ۴۸ ـ

مشتملات: (۱) مقدمه (۲) اصول مهمهٔ مطروحه در این منشور (۳) بررسی و تحلیل منشور فریدون
بیگ (۴) بررسی نام های یاد شده در منشور (۵) متن کتاب (۶) واقعهٔ وفات (۷) اشعار فریدون
بیگ (۸) نمونه ای از انواع خط طغرا

• (۱) **جهاد نامه** ـ مولف مجهول قرن هفتم هجری
(۲) **ظلم نامهٔ اکبر** ـ (ترجمه جهاد الاکبر منسوب امام غزالی) سنهٔ طباعت: ۱۹۸۴، صفحات: ۹۱
مشتملات: (۱) مقدمه (۲) جهاد نامه (۳) ظلم نامهٔ اکبر (۳) فهرست احادیث (۴) فهرست
اقوال عربی (۵) فهرست اشعار فارسی (۶) فهرست اعلام اشخاص و فرشتگان ـ

• **کتاب شناسی اقبال** ـ از دکتر محمد ریاض، سنهٔ طباعت: ۱۹۸۶، صفحات: ۲۰۹
مشتملات: (۱) زندگی نامهٔ اقبال (۲) باب اول: کتاب شناسی اقبال در زبان اردو ـ مجله های
ویژهٔ اقبال شناسی در هند و پاکستان ـ کتاب شناسی اقبال در زبان انگلیسی ـ مقالات مربوط به اقبال به
زبان انگلیسی ـ کتاب شناسی اقبال در زبان فارسی ـ کتاب شناسی اقبال در زبان های دیگر شماره های خصوصی
مجلات دربارهٔ اقبال ـ رساله های فوق لیسانس و دکتری دربارهٔ اقبال ـ (۳) باب دوم ـ آثار اقبال ـ
الف ـ آثار منظوم ـ ب ـ آثار منثور اقبال (۴) باب سوم ـ شرح های کلام منظوم اقبال ـ (۵)
باب چهارم ـ ترجمه های آثار اقبال به اردو، انگلیسی، فارسی، آلمانی و ایتالیایی، پنجابی، پشتو و ...
(۶) ضمیمه ـ تعدادی از دیگر آثار مربوط به اقبال شناسی ـ فهرست نام کسان و کتاب ها ... و ...
INDEX، مستدرکات و اضافات و اصلاحات ـ

ETY.	H. Namık Orkun, *Eski Türk Yazıtları*, TDK., İstanbul 1938.
Fer.	Mevlevi Feruz ul-Din, *Feruz ul-Lugat*, *Feruzsons* Ltd., Lahore 1975.
Hüm.	Gülbeden, *Hümayunname*, TTK, Ankara 1944.
KB.	Reşid Rahmeti Arat, *Kutadgu Bilig* (Index), Türk Kültürünü Araştırma Enstitüsü, İstanbul, 1979.
KS.	Prof. K.K. Yuhdin, *Kırgız Sözlüğü*, TDK, Ankara 1945.
MT.	Modern Turkish or Turkish of Turkey.
Old Urdu.	Dr. Jemil Jalbi, *Kadim Urdu ki Lughat*, Merkezi Urdu Board, Lahore 1973.
Per.	Persian.
Rad.	Radloff, *Versuch eines Wörterbuches der Türk-Dialecte*, 1960.
Stein.	F. Steingass, *Persian-English Dictionary*, Librarie Du Liban, Beirut 1317.
Sami.	Ş. Sami, *Kamus-i Türki*, 1317.
Eanglax.	M. Mahdi Xan, *Sanglax*, comp. by G. Clauson, Luzac and Co., Ltd., London 1960.
ŞS.	Şeyh Süleyman, *Lugat-i Çağatay ve Türki-yi Osmani*, İstanbul 1298 h.
TL.,	Hüseyin Kazim Kadri, *Türk Lûgatı*, Maarif Vekaleti, İstanbul 1927.
TS.	*Türkçe Sözlük*, TDK, Ankara 1969.
Tur.	Turkish.
Urd.	Urdu (the language).
UYG.	A. Caferoğlu, *Eski Uygur Türkçesi Sözlüğü*, TDK, İstanbul 1868.
Vekayi.	Reşid Rahmeti Arat, *Vekayi Babur'un Hatıratı*, TTK, Ankara 1943.
Yeni Tar.	Cem Dilçin, *Yeni Tarama Sözlüğü*, TDK, Ankara 1983.

gin. There are still a number of words that require further study because either they have been changed totally, for example : 'kuch' (کچ) from «küçük or kiçik = 'small' or they have been invented in India; for instance, 'Achar' = an appetizer, from the Turkish verb 'açmak' = to open, thus metph. an appetizer (literally 'an appetite openner').

We have tried briefly to throw light upon some possible similarities between Turkish and Urdu. Further detailed study is yet required specially in the field of literature and linguistics.

ABBREVIATIONS

An.	Muhammed Padishah Shad, *Ferheng-i Anandraj*, Kutuphane-yi Hayyam, Tehran.
Ar.	Arabic.
As.	Mevlevi Seyyid Ahmed Dehlevi, *Ferheng-i Asfiye*, Taraki Urdu Board, Dehli (first published in 1896, new edition 1974).
AŞN.	Agah Sırrı Levend, *Ali Şir Nevai*, TTK., Ankara 1965.
Bayur.	Hikmet Bayur, *Hindistan Tarihi*, TTK., Ankara 1946.
Cl.	Sir G. Clauson, *An Etymological Dictionary of Pre-Thirteenth Century Turkish*, Oxford 1972.
Doerfer.	Prof. G. Doerfer, *Türkische und Mongolische Elemente im Neupersischen* I, 1963; II, 1965; III, 1967; 1975 Wiesbaden.
DS.	*Derleme Sözlüğü*, TDK (Board of Turkish), Ankara 1963.
DT.	Mahmud of Kashgar, comp. by Besim Atalay, *Divanü Lugat-it-Türk*, (finished in 1077 A.D.), TDK., Ankara 1940.
DT.	Dizin. Besim Atalay, *Divanü Lugat-it-Türk Dizini* (Index), TDK, Ankara 1943.

یوروش (yurush) 1 - to attack enemies 2 - the act of attacking enemies (As. IV, 787).	«an assault, attack, storm» (Stein, 1537) : «to attack» (Rad., III, 603); yürüyüş : «to walk, practice of walking» (TS., 817 from the verb 'yürümek' = to walk or metph. to attack enemies).
یوز (yuz) 1 - One hundred 2 - Tiger also 'yüzbaşı' = rank of captain. (Fer., 1271).	yüz : «a hundred» (DT. Dizin, 827) and (Cl. 983). «a small panther or ounce specially used in hunting deer» (Stein, 1537) and (Sanglax., 343r).

In addition to the above vocabulary there are quite a number of words formed with the Turkish suffix - ci (چی) by attaching to the Persian and Arabic nouns, adjectives or even adverbs. The suffix denotes persons who are professionally or habitually concerned with or devoted to the object, person or quality denoted by the basic word. For example, topçu (gunner); hazançi (treasurer); afimçi (one who is edicted to opium etc.).

Bavurçu (باورچی) = As. shows that the word is formed from Per + Tur. 'Baver' = trust + - ci e.i. One who can be trusted thus metaphorically «A cook». Stein. says «An officer who attends to a great man's table and whose duty is to taste his master's food, a cook» (p. 153). Radloff gives as «a relative or friend» (Rad., I, 82).

Darugha (داروغه) : Both As. and Fer. show it as a Per. word (see As. II, 221 and Fer., 552) «a director, police officer and a guard». However, Prof. Fuad Köprülü (see Turkish Encyclopedia of Islam, III, 1774) gives the meaning as, «a policeman, a little clerk, superintendent of police or a representative of a Mongolian Khan». The word can be either of Mongolian or of Turkish origin.

Consequently, the Arabic and Persian elements in Urdu are more dominant than the Turkish ones because the Turkish immigrants adapted Persian as an official language. The author of Asfiye gives the number of the Turkish words as 105, of Arabic as 7584 and of Persian as 6041 and of English as 500 (see ibid. vol. IV, 794). Our list above covers around 118 words of Turkish ori-

یَراق (yarak)
1 - A weapon 2 - Tools for war (Fer., 1268). «saz-u yarak» (M. İqbal, Zarb-i kelim, Ghulam and Ali and Sons, Lahore 1966 p. 24).

yarak : «weapon» (ETY., IV, 133); «weapon like gun, sword etc.» (ŞS. 303); «A tool, weapon metph. penis» (TS., 789).

یَزَک (yezek)
1 - Night watchman 2 - Guards for protecting soldiers 3 - reconnaissance troop (As. IV, 782).

yezek : «Vanguard troop» (DT. Dizin, 778); «advance guard» (Cl. 986); Not used in the MT.

یسال (yasal)
Soldiers on guard or guards of soldiers (Fer. 12693.

yasal : «line, a row, a row, to stand in a row» (ŞS., 303 and Deorfer II, 1791); «wing of an army» Stein., 1531).

یساول (yasavul)
1 - Messanger 2 - Royal messanger 3 - police (Fer., 1269)

yasavul : «Otto. Hist. official charged with the arangement of state processions, guard» (Red. 1245); «protector, guard» (Yeni Tar. p. 237).

یلغار (yalgar)
1 - To attack enemies 2 - A speedy horse (As. IV, 786).

elgar : forwards» (UYG., 92); «to run, acceleration» (DS. V, 1713); «to run or attack towards enemies» (An., VII. 4684) and (Deorfer., I, 70).

یال (yal)
1 - Neck 2 - A horse's mane (As. IV, 780).

yal : «a horse's mane, hence the place where mane grows» (Cl. 916); «horse's mane» (DT. Dizin, 821); in MT it is used as 'Yele' (TS., 797).

کورنش (kurnesh)
1 - To salute by bending 2 - Bending 3 - Bending due to respect (Fer., 925).

görmüş : «to see a king or to be seen by a king, e.i. to access him» (Bayur, II, 416); from 'körüş' = «meeting face to face, look, sight, eyesight, appearance etc. (Cl. 747); «görünüş» = apperance of a thing (TS., 299).

نوکر (nokar)
A servant (As. IV, 617 shows as Per.).

nöker : «servant, orphan» (ŞS., 283); «clerk, servant, comrade» (Rad. III, 695) It can be a loan word from Mongolian (see Cl. 774), however it is not used in MT.

وشاق (vushak)
1 - Slave 2 - Servant 3 - A Turkish slave or a young boy (As. IV, 649).

uşak : (uvşak) «cmall, little» (DT. Dizin, 700); «a small child, a small object» (Cl. uvşak p. 16); «child, boy servant» (TS, 757).

هراول (haravul)
1 - A gun- man 2 - Vanguard keeping watch on enemy (Fer., 855 and 1245).

karavul : «A sentinel, watchman» (Sanglax., 271 v); «A sentinel, spy, guard, the vanguard; a game keeper, hunter» (Stein., 962); «watchman, guard, vanguard» (Hüm., 19; ŞS., 287).

یابو (yabu)
A small horse (Fer., 1266)

yabu : «an horse, house for carrying load» (ŞS., 289); yabağı (yabağa, çabağı) : «colt, newly born horse» (Cl. 874); «useless horse» (Rad., III, 284). Not used in the MT.

یاغ (yagh)
Oil (Fer., 1267).

yağ : «grease, fat or oil» (Cl. 895) and (DT. III, 159).

یرغه (yarga)
A trotting horse. (Fa., 1268).

yorıga : «a horse that ambles or goes at a jog trot» (Cl. 964) and (DT. Dizin, 802).

کلچه (kulche)
A kind of bread baked in oven (Fer., 908 gives it as Urdu).

külçe : «a kind of round small bread, a bun» also used in the expression 'cheeks like külçe' (ŞS., 254); külço : «a small Özbek bread» (KS. 535); külçe : «A bun or bread made of maze or wheat without yeast in a tray or on a sheet iron» (DS., VIII, 3033).

کوتوال (kotval)
1 - Chief of police station 2 - Guard of a citadel (Fer., 923 gives as Per.).

kötavul (Kütval) : «warden of a citadel or castle» (ŞS., 256); «Guard, a military rank» (Rad. II, 1481). Not used in MT.

کوچ (kuch)
1-Migration or parting 2-Leaving a place 3-To transfer (Fer., gives as Per., 924; As. as Tur).

köç : «migration» (DT. Dizin, 354); Loan word in Per. (Doerfer, III, 1660); «migration» (UYG. 113 and TS., 'göç').

کوچک (kuçek)
A small child, small (As. III, 584; Fer., 924 both give as Per.).

kiçig : «small, little, young» (UYG. 109); «puppy, a small child» (ŞS., 257) for other details see Cl. 697-98. «small» (TS. 486).

کوکلتاش (kokultash)
A foster brother of a king (Fer., 926).

kökültaş : «foster brother» (Abuşka., 361); from 'kökül' = a nurse and-daş : a suffix for showing noun association.

کوکه (koka)
1 - Foster brother 2 - Child of a foster mother (Fer., 926 gives as Per. As. 593 gives as Tur.).

köke : «a woman's breast, foster brother, a short form of 'kökültaş» (Hüm., 20); «kökül or koka» = milk nurse (ŞS., 260).

قمچی (kamchi)
1 - A whip 2 - a stick 3 - flexible branch of a tree (Free., 862).

kamçı : «a whip» (UYG., 162; DT. Dizin 257).

قنات (kanat)
Side curtains or sheets of a tent (Fer., 862).

kanat : «A covering of a large tent» (KS., 396) for other details see Bayur. II, 424 and Cl. «the fly of a tent» p. 635.

قور (kur)
1 - Weapon 2 - A ribbon or sash for the edges of cloth (Fer., 863) also 'kurcu' and 'kurbeyi' (see Vekayi., 625).

kur : «belt, a sash or girdle, to sit in a circular form on the occasion of wedding, weapon forbidden thing, trap and armoury» (ŞS. 233); not used in MT.

قورمه (korma)
Fried meat (Fer., 863 and As., 401).

kavurma : «fried meat» (DT. Dizin, 390); «aspoon, wooden spoon» (ŞS., 234); «to bake and roast (Cl. 612, 'kuğur-'); «to fry something» (TS., 242).

قویماق (koymak)
A special bread made with onion, butter and white of egg (Fer., 864).

kuymak : «a kind of bun baked with butter or oil, oily bread in layers» (ŞS., 242); «a kind of omlet with egg, flour and cheese» (DS., VIII, 3020).

قیمه (kiyma)
Minced meat, chopped meat (As. III, 410 shown as Ar.).

kıyma : «minced meat» (DT. Dizin., 325) «chopped beaten or minced meat» (ŞS., 249) also see Doerfer III, 1608 and Cl. 677. From the verb 'kıymak' = to chop.

قیچی (kenchi)
1 - Scissors 2 - An iron fence arround a house (Fer., 866).

kayçı : «sciccors, beams of a roof» (Stein 999), kayıçı = «scissors» (DS. VIII, 2700 Not commonly used in MT.

قزاق (kazak)
1 - One who waylay on the road 2 - Cossack, the Cossacks (Fer., 856).

kazak : «adventurer, independent, rover» (Rad., II, 364); «Fighting horse-men who have a different class in Russia and Iran, A Turkish clan living in Central Asia, a man who has full control over his wife» (TS., 428).

قشلاق (kishlak)
Winter quarters of kings (Fer., 857 gives as Ar.).

kışlak : «winter quarters» (DT. Dizin. 323) and Cl. 672). «a place where a tribe dealing with cattle growing come to stay during winter from normal pasture.

قشون (kushun)
1-A troop of soldiers 2-Camping site of an army (Fer., 857).

koşun : «soldiers, army, group of people, «(ŞS., 237); «troop of soldiers army headquarters» (Stein., 9717); «army, line of people» (TS., 466).

قلانچ ، قلاچ (kulanch) or (kulach)
1 - A distance between two hands. 2 - A measure for cloth 3 - Springing or jumping of a horse, dear or rabbit (As. III, 393).

kulaç : «the distance between the finger tips of two outstretched arms» (Cl. 618; DT. Dizin, 375). Same in the MT.

قلپاق (kalpak)
A kind of high cap (Fer., 860).

kalpak : «a pointed cap, a cap» (KS., 391, Rad., 268); «a cap made of fur or of cloth like fur» (TS., 400).

قلی (kuli)
1 - Slave 2 - porter (Fer., 862 also gives the plural from 'kullar' = The royal body-guards.

kul : «slave» (DT. Dizin, 375). The form 'kuli' is not used in the MT.

قاق (kak)
Dry meat, metaph. a very thin person (Fer., 849).

kak : «a dry thing or an object, dry fruit such as plum or apricot» (DT. Dizin., 251); «a place dried up by son or fire where water may accumulate» (ŞS. 200). Not used in MT.

قاقم (kakum)
Ermine fur, or an animal like ermine (Fer. shows it as Tur., 849).

kakum : «ermine, lynx, bobcat, or any kind of animal for fur» (ŞS., 221) but Sami and TS gives it as Arabic.

قوتی (kuti)
1 - A small box 2 - a small grape box (As. III, 372 and Fer., 85 gives it as Tur.).

kuti : «small covered container, a small box» (Cl. 596 and Doerfer, III, 1569); Sami and TS gives it as a Greek word.

قدغن (kadghan)
1 - Great care 2 - Warning 3 - Information 4 - Respect shown to a king (Fer., 853; As., III, 374).

kadagan : «forbidden, break, cessation from work» (ŞS. 227 and Doerfer I, 270) Sanglax p. 268r where قداغان and قدارغان are shown as the same words mean «warning».

قراول (karavul)
See here 'haravul'.

قرق (kurk)
1 - Prevention 2 - to forbid 3 - to stop from (Fer., 885; Old Urdu, 165).

koruk : «guarding, a meadow or pasture that is protected from grazing for the sake of the cattle of the Sultan's overseers» (Cl. 652).

قرمساق (kuramsak)
1 - One who offers his wife to others, pimp. 2 - Unwise person. (As, III, 381).

kurumsak : «pimp, whore» (ŞS., 234); Sanglax gives the similar meanings for detail see ibid p. 286r.

Headquarters, the centre army (Hazinetü'l Lugat. and As. III, 318). — 595) not used in MT. It is probably Persianized form of 'kol' = a small group of soldiers (TS., and Doerfer, I, 307).

قاآن (ka'an)
1 - A great justice 2 - A wise king 3 - A generous king (Fer. 847). — See 'hakan'

قب (kab)
1 - A large cup 2 - A large plate 3 - A round large tray (Fer., 847, As. III. 359). — kap : «cup, sack, bale, envelope or amion» (DT. Dizin, 262); for other details see Cl. 582 'kabak'.

قبو (kabu)
1 - chance 2 - control 3 - ambush 4 - revenge 5 - ruler (amir) (As. gives as Tur. III, 363; Fer., gives as Per., 847). — kapu : «chance, aim» (ŞS., 212); «goal, reason, source, opposite» (TL. III, (683). Not used in MT.

قبوجی (kabuji)
1 - A door keeper 2 - used for belittling someone, «mean, egoist, opportunist, unthankful» (As. III, 361). — kapucu «from 'kapı' = door (Cl. 583); «A person who keeps door» (TS., 407); kapğuci : «snatcher, one who snatches cattle» (DT., II, 50); kapçı : «hunter, snatcher, usurpation» (ŞS., 213); to grasp or seize with hands, teeth etc». (Cl. 580).

قاش، قش (kash)
Slice of fruit, piece (As. III, 362). — kaş : «eyebrow» hence metph. «the edge or side of a thing» (Cl. 669). «side of a thing» (DT. Dizin 276). Not. used in MT as 'Slice'.

قز (kaz)
A goose (As. III, 362). — kaz : «goose» (DT. Dizin., 287); (TS., same, 427). For other details see Cl. 679.

ساچق (sachak)
Presents sent to bride's house by bridegroom one day before wedding called «henna night» (Fer., 693).

saçuğ : «money and goods sent from the bridegroom's house to the bride's house on the occasion of a wedding» (Cl., 796); «jewels, money and food distributed on festive occasions» (Cl. 796); «dress and suit» (ŞS 178 not used in MT).

سراغ (suragh)
1 - Sign 2 - Traces 3 - Search 4 - foot prints 5 - hints or traces (Fer., 722).

surag or sorak : «asking, information, news, investigation, test» (ŞS. 188); in Türkmen dialect 'surag, or sorak = «inquiry, news, questioning» (Cl. 848).

سرمه (surma)
Collyrium (Fer., 725 gives as Per.).

sürme : «antimony, collyrium», «something rubbed (on the eyebrows)» (Cl. 852 and TS. 685 from the verb 'sürmek' = to rub).

سوغات (soghat)
Present, gift (Fer., 747).

savgat or soğat : «a present, gift» (Abuşka, 290, 273); «Present, gift, mercy» (Yeni Tar. 182).

طغرا (tughra)
1 - Mark 2 - Imperial signature 3 - A ring with stamp (Fer., 795).

tugrağ : «tuğra and tura : a royal sign manual, the seal and signature of a king» (Cl. 471, DT., I, 462).

طوی (tuy)
1 - An embroidered ribbon esp. used on the occasion of wedding (As., III, 253; I, 640).

toy : «wedding ceremony» (ŞS. 17) not used in MT.

غول (ghul)
1 - A group of people, crowd

gul : «lined up soldiers, the special group of Khan's soldiers» (TL, III,

خاقان (khakan)
- A big king, emperor 2 - A title of the Chinese and Turkish kings (Fer., 531).

hakan or kağan : «an independent ruler of a tribe or people» (Cl. 611); «sultan, emperor» (TS.); «descendant of a royal family» (Rad, II,

خان (khan)
- Chief 2 - Head 3 - A title given to Afghan tribes (Fer. 532; As. 178. Fer. shows as Tur., As. as Per.).

Han (xan) : «It was synonym of 'Kağan' but later it was used for a subordinate ruler, the Turks' supreme ruler, emperor» (Cl. 630); «a title given to the descendants of Afrasyab» (DT. Dizin, 212). «King, a ruler of a nation, head of a household, ruler» (ŞS. 166); «a title given to a subordinate ruler who is independent or affiliated to an emperor, a title adapted by the Ottoman kings» (TS., 322).

داغ (dagh)
1 - Spot, sign 2 - impression made by hot iron 2 - Wound 3 - worry 4 - to stain the character of somebody (As. II, 222 gives as Per).

dağı : «brand made with hot iron on horses or cattle, act of such marking» (DT., III, 153); «burn, scald, sign, mark made with hot iron» (ŞS., 168). «brand with hot iron or metal, such impression made for medical treatment» (TS., 178).

دادا (dada)
1 - Grand father 2 - Master 3 - Elder brother 4 - An old man (Fer. 552, Hindi).

dada : «grandfather, grand parents, mother's father» (ŞS., 168); 'father' (Oğuz., DT., III, 221); «Grandfather» (Cl. 451; Deorfer III, 1179); «uncle» (Rad, III, 1640).

دلمه (dulma)
Dish prepared by stuffing mince meat in eggplant or carrot (As. II, 264).

dolma : «any king of food prepared by stuffing rice or other objects» (TS., 214). From the verb 'doldurmak' = to stuff.

چقماق (chakmak) 1 - Flint 2 - Flintlock used in guns (Fer., 487).	çakmak : «any means for burning fire» (DT. Dizin, 132). «a lighter, steel for triking on a flint» (DT. I, 469) Same in MT.
چقر (chukar) Water pool (Fer., 484).	çukur : «a hallow, pit» (çakör : Uyg. 60); «a pit» (TS. 175).
چکن (chikin) Handicraft, an embroidered piece of cloth. (As., 11 113).	çıkın : «embroidered piece of cloth» (An. II, 1446). «Shawl usually embroidered» (Sami, 514); «gold emroidery» (Cl. 416).
چقندر (chukundar) Red beat (As. 11, III).	cükündür (çukundur, çükündürük) «beat, carrot or cabbage» (DT., III, 1307).
چمچه (chamcha) 1 - A spoon, an object used for drinking soup or syrup. 2 - ladle (Fer., 92 and As., II, 119).	çömçe : «ladle, scoop» (Cl. 422). «a large wooden spoon or ladle» (DT. Dizin 158); «a large carved wooden cup for drinking water» and «a large wooden spoon» (DS. III, 1266, 1284).
چوماق (chomak) A stick, club (Mir Aman, Bagh u Bahar, 1976 p. 251).	çomak : «stick, baton» (DT., Dizin 157); «a stick» (TS., 173).
چیچک (chechek) Smallpox (As., II, 150) shown as Per.).	çeçek (çiçek) : «flower, hence metph. «a skin eruption especially 'smallpox' (Cl. 400); «smallpox» (Doerfer III, 1073).
خاتون (khatun) 1 - Wife, woman 2 - daughter of a lord 3 - lady 4 - daughter of an 'emir' (As., II, 173).	katun : «woman, lady» (DT. Dizin, 281, 602); «lady, queen (Uyg. 171) in MT 'hatun' (TS., 330).

(As. II, 92).

cal or mental, e.g., to strike fire, to bite, sting, to slander, decry, betray» (Cl. 405) Not used in MT.

چاقو (chaku)
A small knife. knife (As. II, 92).

çaku : «knife» (Rad., IV, 1834) «a foldable pocket knife» (TS., 148).

چاوش (chavush)
1 - A guard who has a club in his hand 2 - A leader (Fer., 473).

çavuş : «sergeant, guard; a person who keeps the soldier's line in order during war and protects them from torture» (DT. Dizin, p. 139). In MT it means only 'sergeant'.

چپقلش (chapkalish)
1-A sword 2-Turmoil 3-Crowd (As. 11, 98).

çapkalış : «turmoil, crowd, mass, a group of people» (ŞS. 159); from the verb' çapmak' = to hurry up, to raid, plunder, to strike with a sword, to wound, to sever with a single blow» (Cl. 394); «turmoil» (Rad., III, 2153) not used in MT.

چتر (chatr)
A large umbrella used for kings (As., II, 100 word is given as Urd).

çadır or çatır : «loan word ultimately derived from sanskrit 'chatra' 'a royal umbrella» (Cl. 403); «a tent, a curtain for bed» (Rad., III, 1898). «a tent, a room, a large room» (TS., 147).

چق (chik)
A curtain made of reeds (As. 11, 111,

çık : «a reed curtain» (Cl. 404); «a mat made of reeds» (DT. III. 1206).

چاقاچق (chakachak)
Sounds produced by the clashes of swords (Fer., 487).

çakaçak : «a sound produced by the claches of metalic things» (Yeni Tar 49).

تمن (tumen)
1 - Ten thousand 2 - A group of soldiers 3 - Team of soldiers in hundred each. 4 - Golden coin (Fer., 346 and As. 1, 626).

tümen : «large in number» ('tümen tümen' DT. Dizin 670); «ten thousand» and «an in definitely large number» (Cl. 507); 1 - a large heap 2 - division 3 - ten thousand soldiers» (TS., 749).

توپ (top)
1 - Gun, cannon 2 - A fat man (Fer., 353). 'Topçu' and 'tophane' also exist in Urdu.

top : «a cannon» (see 'topık' DT., Dizin 640) : «things somewhat round in shape, cannon» (TS. 738).

توشك (toshak)
Cotton mattress (As. 1, 638).

töşrek : «mattress» (DT. Dizin 647); «mattress, bed, a pillow» (ŞS., 119); For its Turkish origin see Cl., 563 and Doerfer II, 967.

تورہ (tura)
1 - Islamic tradition, Islamic law 2 - Royal order 3 - Division or section 4 - Food distributed a few days before a nuptial day 5 - pride, richness 6 - rank (Fer., 354, As., I, 636).

töre or törü : «a traditional law» (Cl. 53) «order, ordinance, tradition» (DT. Dizin, 647) also see Vekayi. 657; «Tradition or customs of a group of people» (TS. 742).

جغرات (joghrat)
Coagulated or curdled milk, yogurt» (Old Urd. 93).

yoğurt : «Yogurt, coagulated curdled milk» (Cl. 905 and TS., 808).

چادر (chadir)
1 - Red cover, sheet 2 - A cover on tomb (As. II, 88).

see «Çatr».

چاق (chak)
1 - Strong, healthy 2 - Active

çak : «exactly, precisely» (Cl. 404); «action of a violent character, physi-

بیگ (beg)
1 - Master, a prince or commander. 2 - A title given to the Turks of India (Mughals) (As. I, 467).

beg : «a prince, the head of a clan, husband, a married man» (DT. Dizin 78). «chief of a clan, a man, husband (Uyg. 37 and Cl. 322). «A rich man, a noble or head of a kingdom, Mr.» (TS., 100).

بیگم (begum)
A lady (Fer., 215).

bige or bigim : «a lady» (AŞN. II. 236) Not used in MT. Female of 'beg'.

پاشا (pasha)
Title given to the Turkish chiefs, governor, lord, chief of army (Fer., 233).

Probably a short from of 'baş' = head and 'ağa' = master i.e. 'head master' «a title given to high rank officer or clerks at the Ottoman time now it means 'a general' (TS., 148).

تتق (tutuk)
Curtain, tent (Fer., 309).

tutuk : «overcast sky, tongue tied ; paralysed, closed» (Cl. 453); «curtain, veil, a lady's veil, covelreil and closed» (Yeni Tar., 215).

تزک (tuzuk)
1 - Order 2 - law 3 - principle 4 - police regulations 5 - grandour 6 - The diary of a king (Fer., 324).

tuzuk : «well arranged, proper, appropriate, right, good and marvellous» (ŞS., 119); Tüzük : «ordinance» in MT., see Vekayi, 659.

تمغا (tamga)
1 - A stamp on gold or silver 2 - royal seal 3 - sign 4 - impression burnt on animal's back 5 - trade mark 6 - title-deed 7 - gold or silver medal given as present 8 - coin 9 - receipt of tax 10 - stamp of a degree (Fer., 346, As., I 626).

tamga : «the stamp of a king or an emperor» (DT. Dizin., 567); «impression burnt on animals, stamp etc. (Cl. 505); damga : «a tool for stamping a paper, a mark made by burning or heatening up a stamp» (TS. 182).

بخشی (bakhshi) بقشی (bakshi) 1 - A person who distributes the salaries of soldiers 2 - Commander, general (Fer., 171).

bahşi : «Music player, singer lover» (ŞS., 74); «a secretary» (AŞN., IV, IV, 278); «secretary, clark that deals with accounting, a doctor» (Vekayi, 585).

بقچه (bukcha) بغچه (bugça) Anything wrapped in a piece of cloth. (As. 1, 399).

boğ : «baggage, saddle-bag» (DT. Dizin 98); «a square wrapper for a bundle» (TS., bohça p. 114).

بکاول (bekavul) Cook, a rank (Fer., 187 gives it as Per.).

bekavul : «Head of the council of state, chief taster at the Sultan's court» (ŞS. 75); «one who supervises the royal kitchen, a group of soldiers that serve meals during feasts» (Vekayi., 590). Not used in MT.

بلاق (bulak) 1 - A nazal ornament 2 - A nazal ornament with bead placed by babies' mother as a protection against death (As. I, 408).

bulak : «water fountain, a nazal ring worn by women» (An. I, 754 and Cl. gives only «the spring of water» (ibid, 336).

بوز (boz) Horse, specially white horse (Old Urd. 50).

boz : «white of horses, mules and asses» (Cl. 389); «white horse, red horse, grey horse» (DS. II, 750).

بهادر (bahadur) 1 - A young man 2 - A strong man 3 - Courageous, brave 4 - A title used for the governmental officers. 5 - Something precious like pearls (As. I, 425).

bahatur : «a Hunnish proper name, picked warrior» (Cl. 313, bağatur); «A person who is renowned for being successful in wars» (TS., 90).

1, 215).

successfully against enemy» (Rad., I, 1853); «hare, morsel» (DT. I, 62 and Cl. 153). Not in use in MT.

انا (anna)
Nurse of a child, nurse who gives a suck to a child (As. truely states that it is from the word «ana» p. 233).

ana : «mother» (Uyg. 14); a woman who has a baby or an animal that has a baby» (TS., 38).

اولما (oyulma)
To pluck skin by softening it in hot water; to cook intestine by stuffing mince meat in it (As. 1, 312).

yolma : from the verb 'yolmak' = to pluck, to put a skin in hot water for the process of plucking (DT. III, 64); Cl. gives as 'yulmak' (p. 918); «to pluck by pulling» (TS., 810).

اياغ (ayagh)
A cup, goblet (Fer., 135).

ayak : «goblet» (Uyg., 27); «a cup, goblet, wine glass» (ŞS., 54); «pot, goblet, cup» (DT. Dizin., 53).

ايبك (aybek)
1 - A slave 2 - messenger 3 - beloved, idol (Fer., 135).

aybek: «ay» = moon + «bek» = big, therefore «aybek» = a big moon (see also An., I, 514); «servant or messenger» (An. I, 514) No more used in MT.

ايلچى (elchi)
1 - Ambassador 2 - Messenger (As., 1, 334).

elçi : «ambassador, representative of a government in foreign countries» (1. 129 and ŞS. 58).

باجى (baji)
1 - Sister 2 - Elderly woman 3 - Woman who has become mother at an early age (As., 1, 346).

bacı : «elder sister, sister» (ŞS. 67 and DS. II, 457).

آکہ (aka)

1 - Elder brother, friend 2 - A word for addressing «my friend, O, my friend» (As. 1, 89).

aka : «elder brother» (Uyg. 9); «mother and father, elders» (Rad., I, 676); «father, elder brother» (DS., 1135).

آل (al)

A root from which red colour is obtained, red colour (As. 1, 208).

al : «red colour» (DT. III, 162) and (Cl., 120). Also used in MT.

الاغ (ulagh)

1 - A post horse 2 - A donkey used for carrying load 3 - a small boat (Fer., 106).

ulag : «chain, line, connection» (Uyg. 264); «an animal for carrying goods, source of water, or a small boat» (ŞS., 38); «any horse which an express horse rider takes by order of an emir (i.e. beg) and rides until he finds another (Cl. 136 DT., I, 122).

آلتمغا (altamgha)

1 - Red seal (fig. a signed royal order); 2 - A title-deed; land certificate issued by a king for the land estate presented by him (As., 1, 209).

al+tamga : «A piece of land presented by a king» (for detail see Bayur, II, 442).

الغارون (algarun)

Too much, in excessive amount (according to As. it is compound noun i.e. 'elgar' (Tur.) + -un (Arabic suffix for plural, (As., 1 215).

In MT. it does not exist. The form in use was «yelgar» in old Turkish.

الش (ulush)

Remnant of meal, remnant of meal of a rich man. (As.

ülüş : «remnant of melal», «remnant of meal of a Khakan presented to a person who handles swords or fights

اوجاغ (ucag)
Stove, hearth (Fer., 67).

«stove» (oçak DT., I, 67).

آچا (acha)
1-Father or grand father 2-Old servant, aged nurse of children (As. 1, 119).

aça : «mother, old woman» (ŞS. 5); «a word that indicates any member of relatives» (ETY., IV, 3) «elder sister» (eçe, DT., I, 85).

اردو (urdu)
1-Army, an army camp 2-A name of the language spoken in Pakistan and India. It was also called 'urdu-yi mualla'. The most efficient form is of Delhi and Lucknow (As. 1, 143).

ordu : «The city where the royal camp or Khan is found» DT. I, 124); «The palace or a place where the royality is found» (Cl., 203 and Uyg., 142); «a place where the army settles, the tent of an emperor (Khan (Rad. I, 1072); «The whole of the army of a government» (TS., 903).

ارمغان (armaghan)
«A gift, a new object, a rare thing» (As., 1 148 gives as Per.).

armağan : «a gift brought from a journey, a gift» (DT. I, 140 and Cl., 232).

آش (ash)
1-Soup 2-Dish with plenty of water in it (Fer., 21).

aş : «food, feast given on the occasion of festival of sacrifice, animal to be sacrifised» (Uyg., 23); «food, rice (pilav)» (ŞS., 13); «cooked food» (TS., 54).

اشلق (ushluk)
Slander, backbiting (Fer., 93; As. 1, 175).

uşak : «backbiting, slander, slanderer» (DT. I, 123 and Cl., 16). Does not exist in MT.

آغا (agha)
1-Master, owner 2-elder brother 3-husband 4-judge and a gentleman. (Fer. 22 and 24).

ağa : «elder brother» (Uyg. 6); from the verb '*ağmak*' = *to rise from somewhere; to climb up* (Cl. 77); «a title given to a person who is respected by people and has influence» (TS., I, 16).

Turkish words and its meanings in Urdu	*Meanings in Turkish*
آپا (āpa) Elder sister, sister (As., I, 98)	apa : «sister, elder sister (Uyg. 18; ŞS., 3; DT., I, 87; Rad., I 612)» aba, apa : »sister, elder sister, mother» (DS. I, 1).
اتا (ata) 1 - Father 2 - respect worthy old man (Fer., 61).	ata : «father» (Uyg., 24); «nick name title, father» (DT. Diz., 47); «any of the grand parents» (TS., 57).
اتک (utak) Tent, house (Fer., 61 the word is shown as Per.).	otağ : «tent» (KB., 347; DT. III, 208) «big and decorated tent» (TS., 575).
اتالیق (atalik) 1 - Master 2 - Teacher of culture, trainer (As. 1 103).	atalık : «God father, a man who is trusted by a king and regarded as father, a rank in Turkistan, a person whose duty is to listen to the complaints of people and thus advise the king about it (ŞS., 4; Rad. I. 458). Not used in MT.
اتگہ (atga) Husband of child's nurse (Fer. 63).	ataka : «same as'atalık', a rank in the Central Asia» (ŞS. 4); «an uncle who trains» (Rad. I, 842); composed of the words : 'ata' = father and 'eke' = elder brother. For other details see Vekayi, 579.
آتون ، آتو (atun or) (atu) Lady teacher, a lady who teaches reading and writing (As. 1. 108).	katun : «lady» (DT, I, 138); «wife of a religious man» (Rad, I, 463); «wife of a king, head wife» (atun and khatun, TL, I, 25).

a) Syntactic similarities :

I — O ekmeği yedi (Tur.)	
1 2 3	
II — Us ne ruti khayi (Ur.)	He ate bread (Eng.)
1 2 3	1 3 2
III — O nan khurd (Per.)	
1 2 3	

Persian, Turkish and Urdu have the same sentence structure i.e. Subject+object+verb.

b) Possesive and adjectival constructions :

I — Kızın gözleri (Tur.)	
1 2	
II — Larki ki ankhen (Ur.)	The eyes of a girl (Eng.)
1 2	2 1
III — Cheshmi dukhtar (Per.)	
2 1	

and;

I — Güzel kız. (Tur.)	A beautiful girl (Eng.)
1 2	
II — Khubsuret larki (Ur.)	
1 2	1 2
III — Dukhtar-i ziba (Per.)	
2 1	

Following is the list of the Turkish words that managed to live on in Urdu. Some diachronical details have been given to prove the origin of the words while semantic differences have also been given :

Türki men Farsi men behri revan hey wo[25]
«If he is a wise teacher of Rekhta,
He is also a perfect teacher of Arabic
He is like a flying cloud of English and Sanskrit
In Turkish and Persian he is like a flowing river».

Why one has to be like a flowing river in Turkish? is the question to be studied further. The Indian Turks did not only influence the Urdu language but they also played an outstanding role in the improvement of its literature. The Turkish scholars who migrated to India during the 17th and 18th centuries were not small in number. Their Indianised ancestors such as: Mirza Bedil (1720-1644); Mir Taki Mir (1713-1724); Khuvaja Mir Derd (1720-1784); Mirza Muhammed Refi Sevda (1713-1780); Inshaullah Khan Insha (died in 1817); Saadet Yar Khan Rangeen (1756-1835) and the king of Modern Urdu poetry Asadullah Khan Ghalib (1797-1869) perhaps did not know Turkish well, yet they had Turkish minds that reflected in the Urdu poetry. Last Timurid kings Muhammed Shah, Alemgir-i Sani, Shah Alem Sani[26] and Bahadur Shah Zafer tried their hands successfully on the Urdu poetry.

As far the language itself is concerned, there are some grammatical similarities between Turkish and Urdu[27] that, however, require further scientific study. To draw our reader's attention towards the subject we give a summary of these similarities and then pass on to the Turkish words that entered Urdu either directly or via Persian. Some words that are not of Turkish origin but are given as Turkish[28] have been deleted from the list.

Despite the fact that Urdu belongs to the Indo-European group and Turkish to the Ural-Altaic, some similarities are seen as follows :

25 See Mevlevi Seyyid Ahmed Dehlevi, *Hazinetu'l-lugat*, Bhopal 1886 A.D., p. 523.

26 See Dr. Jemil Jalbi, ibid, p. 21.

27 For details vide Prof. Dr. Halide Dolu's article «Some Similarities in the Turkish and Urdu Languages», University of Peshawar Magazine, 1974.

28 For example see the words enlisted by Dr. Akmel Ayyubi in his article «Urdu ke Turki Anasir», *Aks-i Jamil*, Islamiye University Aligarh 1984, p. 17-18. Some such words are 'Paycha, sodagari, nagha, nakab, sipahi, shalvar etc.

e Indian and Indianised Turkish scholars left Persian aside and nbraced their self produced language. Thus, Shahjihan's period n be called 'the Dawn of the Modern Urdu' spoken by more than ur million people of Pakistan and India.

4 — *From Shahjihan to the 19th century and onwards* : Many urkish tribes along with their traditions immersed in the deep a of the huge population of India at the time of Aurang Zeyb and is Indianised ancestors. Today, their traces are found under such itles as : 'Mirza', 'Beg', 'Türki Banjara', 'Ghori', 'Khoja', 'Joja', Chaghatay', 'Khilji'. The word 'Turk' was used for the Muslim and many Indians called their beloveds 'Turkova'[21]. In the southern part of India they call Urdu 'Turki Mata (the Turkish words)[22]. The Turkish language once taught at the Indian schools di- sappeared, for ever, after the English invasion. The deeply rooted Persian also faded away. The English tried to change the name of Urdu into 'Hindustani' and attempted to replace Turkish and Per- sian with English. As Urdu was based on the strong Islamic gro- und, it was not easy for the English to unroot it.

Some documents are found at Indian libraries to prove that Turkish went side by side at schools India[23]. For example a large Turkish - Persian Dictionary containing 1183 foliae was composed by Muhammed Taki Beg son of Kavam al-Din Beg Türkmen in 1727 and numerous Nisab-ı Türkies (The Turkish course books) were scribed in versified form for young students, a copy of which is found at the Punjab University Library[24]. In Hazinetü'l Lughat of Rani of Bhopal, a dictionary of Urdu with Persian, Turkish, Arabic, English and Sanskrit equivalents written in the year 1886 we come across this verse :

Ger Rekhta zuban ka hey ustad-ı hoshmand
Amuz gar-i kamil-i Tazi zuban hey wo
English men Sanskrit men abr-i mutir hey

22 Vide preface of Asfiye p. 19
23 Kindly see my article for some Turkish MSS at the Indian Libraries (Hindistan Kütüphanelerindeki Bazı Türkçe Yazma Eserler) Türk Kültürü Araştırmaları, Ankara Üniversitesi Basımevi, Ankara 1985, p. 479-499.
24 Punjab University Library, Lahore No. 6 API II.

Shah's (1555-1605) racial as well as religious intermixing policy is not devoid of interest. He fully realised that it was not possible for the Turkish races to return to Central Asia. India had become their homeland. So, Ekber tried to find a common language and joint religion to attain homogenity. In religion, he was not successful at all, but the common language 'Rekhta' flourished a great deal. At the time of Jihangir (1605-1627), Ghuwasi wrote his Tutiname[17] in the mixed language.

When Shah Jihan moved his capital from Agra to Delhi, the new capital was called 'Shahjihan Abad' and the army centre 'Urdu-yı Mualla'[18] = 'the royal camp or court, the court language'. The shopping centres were called 'Urdu Bazar'[19]. It is from the 'Urdu Bazar' or 'Urdu-yı Mualla' that the short form 'Urdu'[20] comes. It shows clearly that Urdu was born by the mixing of Turkish and Indian soldiers who came in close contact at the army shopping centres and used each other's languages for trade.

Like his ancestors Shahjihan took great interest in the improvement of the new language. He appointed secretaries (Delal) who would note down the words spoken at the markets (Urdu Bazars). The position became customary later[21]. Finally, Urdu took a literary shape and began to spread as the lingua franca of India. In accordance with the statement of the Pakistani scholar Dr. Melik Hasan the first poet who used the word 'Urdu' for the language is Murad Shah Lahori (1789 A.D.) and following him is Mushafi (1790 A.D). However, the name Urdu was used earlier than the 18th century. It shows that Urdu improved under the supervision of Turkish Sultans of India. Soon after the English invasion in 1857,

17 The work had been translated from Sanskrit into Persian by Ziya al-Din Bakhshi Bedayuni and into Urdu by Kadri, into Turkish by Abdullah Sabri (see Hamid Hasan Kadri, *Destan-ı Tarikh-i Urdu*., Agra 1938, p. 45-47).

18 Vide Mir Amin Dehlevi, *Bagh u Bahar* (preface), Urdu Bazar Lahore 1975, (first published in 1775) p. 10.

19 For the meaning of the word «Urdu» see here the list of the Turkish words.

20 See Urdu Lughat, vol. 1, Preface p. II, Taraki Urdu Board, Karachi 1977.

21 Asfiye, 1, p. 21 22- See Melek Hasan, *Tarikh-i Edeb-i Urdu*, University Book Agency, Lahore 1979, p. 33.

In 1311 A.D. Ala al-Din Khilji (Kalach in Turkish) and in 1325 A.D. Muhammed Tuğluk conquered the southern part of India upon which the Turko-Indian army took the newly growing language with them. Many Turkish kings ruled in the Southern part of India and they gave importance to Turkish. although Persian dominated as a literary language. It was at the time of Kutub Shahs, the Turkoman tribes, that Urdu started to take literary shape. Kuli Kutub Shah (1581-1611) wrote the first great divan of Urdu[12]. A Turkish-Persian dictionary containing 1183 foliae written by Muhammed Taki Beg son of Kuvam al-din Beg Karakoyunlu (Türkmen)in 1727 is an evidence of our statement[13].

3 — *From Babur to Shahjihan* : After Babur, Urdu started to develop further under the name «Rekhta»[14]. He revived and encouraged the tradition of mixing Hindi with Persian and Turkish by uttering the following verse :

«Muchku na huva kuyi heves-i manik u muti
Fakr ehliga bes bulgusudur pani ve ruti»
(I have no great desires for diamonds or pearls; but for a mystic bread and water suffices)[15].

Babur's sons Kamuran and Humayun wrote poems in Turkish while their vezir Bayram Khan and his son Abdurrahim Khan-ı Khanan played an active part in mixing Turkish elements with Hindi. As a result, cultural as well as literary amalgamation reached its climax.

At the time of Humayun, migration of Turkish tribes increased and new comers used more Turkish vocabulary in their Persian works[16], a large part of which transfered later to Urdu. Ekber

12 Muhammed Kuli Kutub Shah, *Kulliyat-ı Kuli Kutub Shah*, composed by Dr Muhyuddin Kadri Zor. Ibrahimiye Mission Press, Haydarabab 1940.

13 MS at the Oriental Manuscript Library and Research Institute Tarnaka Haydarabad No. 89.

14 «Rekhta» is a Persian word that means 'poured out from the mouth as it comes» actually it was a name given to the mixed Perso-Turkish music of India.

15 For the verse vide Denison Ross, *Divan-i Babur Padishah*, journal of the Asiatic Society of Bengal, Calcutta 1910, p. 21.

16 For a list of such scholars see M.A. Ghani, *A History of Persian Language and Literature at the Mughal Cohurt*, Part I, Allahabad 1929, p. 149.

that Khusrau Dehlevi was the one who laid the foundation of Urdu[9].

After Khusrau it became customary to mix Hindi (Baj Bhasha) with Persian. Turkish came in either directly or via Persian by means of the Turkish immigrants. At this period many Muslim and even Hindu scholars and saints used Hindi mixed with Persian vocabulary to address the public. However, the proper Urdu was yet to appear much later at the Timurid era.

As no fixed date can be given for the birth of any language so is the case with Urdu. Some estimates can be made under the light of historical facts. The early seeds of the language were sowed in the Western part of India where Pakistan exists today as discussed in details by Mr. Mahmud Shirani[10]. His assumptions seem to be true because when we travel from Delhi to Afghanistan the Turkish effects on language and culture become more and more visible. Turkish foods i.e. 'kebab', 'kavurma' 'pilav', 'açar (appetizer)', 'dolma (stuffed vegetables); dresses: 'şalvar', 'şal'; weapons: 'top', 'topçu', 'tüfek', 'tamança', military terms: 'haravel (karakol)', 'tümen', titles: 'beg', 'han khan)', 'uluhan (the great khan)', 'kutlu han (an auspicious khan);, relations: 'anne', 'bacı', 'apa' etc; marital customs such as 'henna night': riding of bridegroom on horse-back draw our particular attention and we all of a sudden find ourselves in a Turkish atmosphere. Same is the case with Punjabi. In Punjabi many Turkish words are used in daily conversation the most striking ones are: 'baji' = sister; 'apaji' = an elder sister; 'jiji' or 'çiçi' = sweet things. Pashto has more Turkish words than Punjabi[11].

Delhi, however, remained as a cradle of the new born baby, Urdu and many saints, specially of Chestiye sect such as: Mu'in ud-din Cheshti (1143-1235 A.D.), Baba Ferid Sheker Ganj (1156-1265 A.D.) wrote mystic verses in the language. Non-muslim saints like Kebir (died 1450 A.D.) and the great leader of Sikhs Baba Guru Nanak (1469-1539) used a lot of Persian words in their poems.

9 See my article «Emir Husrev-i Dehlevi'nin Urduca'nın Doğuşundaki Rolü» (Amir Khusrau Role in the Birth of Urdu), *Edebiyat Dergisi*, S.Ü. Fen-Ed. Fak., 1983 p. 21-32.

10 See his book *'Punjab men Urdu'*, Nasim Book Depot, Lucknow 1981.

11 A seperate article is being written on the subject.

...n times more. When Chengiz Khan invaded Central Asia, the num-...er of Turkish immigrants increased in Iran, Turkey and India. Sul-...n Shems al-Din Iltutmush (1210-1236) showed great sympathy ...wards the newcomers and helped them to form colonies near Delhi ...nd Lahore. The migration continued for centuries to come and ...vived after Babur's conquest.

From Mahmud of Ghazni until Babur, Persian grew fast as a ...iterary language and like the Ottoman Sultans of Turkey, Indian ...Sultans also wrote poems in Persian. Many scholars and poets used ...Turanian Persian, so called by Blochmann[5], to please their rulers. ...There can be seen similarities between the Indian and Turkish ...Persian which was looked down upon by the proper Iranian native ...speakers[6]. It is probably due to this reason that the Ottomans ...turned towards the Ottoman Turkish and Indians towards Urdu. ...The Turko-Indian Persian literature coming from the same root ...is more realistic and close to nature. Although, this literature ...ultimately got mixed up with the Indian elements and ended up ...with highly ornamental 'Indian Poetical Style (Sabk-i Hindi)'[7] ...that also influenced the great Turkish mystic poet Sheikh Ghalib (1757-1799). Impressions of free thinking as well as realistic ideas ...are found in the poetry of Asadullah Khan Ghalib who came from ...a Turkish family.

Turkish, despite its being a royal language was taught at ...schools and we find 'Nisab-i Türki' of Khusrau as everlasting ...memory of those days[8]. Since we fail to find the Hindi Divan of ...Sa'ad bin Salman (Died 1121 A.D.) it will not be incorrect to say

5 H. Blochmann, *The Prosody of the Persians*, Philo Press, Amsterdam 1970 p. XVI.

6 The reason why Iranians disliked the Indian Persian is discussed in details by Prof. Jemil Jalbi (see his book *Tarikh-i Edeb-i Urdu*, Majlis-i Taraki-yi Edeb, Lahore 1982, vol. II, p. 22).

7 For further information see Jan Rypka, *History of Iranian Literature*, D. Reidel Publishing Co., 1968, p. 295-297 and 713-717.

8 An early mention of such a work is made in the MS No. 18 found at the Khuda Bakhsh Library Patna fl. No. 2b and a copy of the work is available at the Penjab University library A pi 11 No. 6

شهرت ترکی هم از آن شد بیقین　　کاغل شه ترك بر آمد بزمین
شد سخنش خاصگیانرا چو زر　　عامه گرفت و بجهان گشت سمر
هند همین قاعده دارد بسخن　　هندوی بود در ایام کهن
غوزی و ترکی آمد شانرا بدهان　　پارسی بود بدیدار نهان

«Surely Turkish got its fame because the Turkish king appeared on the earth first. The favourite friends of the king learnt his words (language) while from them the public picked it and like the moonlight spread all over the world. So it happened in India. There was Hindi here in the old days. Ghuzi (the Oğuz dialect) and Turkish came to their mouths (they started speaking it). Persian was yet out of sight»[3].

Here Khusrau refers to the early Turkish rulers Mahmud of Ghazni, his dynasty, Ghories, Kutub al-Din Aybek, Shems al-Din Iltutmush, Ghiyas al-Din Balaban and Khiljies who recruited a large number of Central Asian Turks that migrated to India specially at the time of Mongolian onslaught.

When Turks embraced Islam, Samarkand, Bukhara, Khorasan and Transoxania became the centres of Islamic new culture. Arabic was taught for religious purposes while Persian became the lingua franca of the Turkish and Afghan tribes. Immigrant Turks brought this culture along with their own to India which has become a part and parcel of the present Indian civilisation. Turkish being from an entirely different family i.e. from the Ural-Altaic group, remained peculiar and difficult for the natives of India who welcomed Persian which was much closer to their own Aryan culture and languages. However, Turkish continued its importance as a private language of the royalities until the English invasion.

The number of Turkish immigrants never decreased since the arrival of Mahmud of Ghazni and his descendants. As reported by Minhaj Saraj[4], there were 4000 Turkish soldiers at the court of Mahmud alone. The number of the soldiers at large can be assumed as

3 Amir Khusrau Dehlevi, *Nuh Sipihr*, Hekimoğlu Ali Paşa (Hkm.) No 661, folia 139a.

4 Minhaj Saraj *Tabakat-i Nasri*, Merkezi Urdu Board Lahore 1975, p 413.

Dr. Erkan Turkmen
Associate Professor of Oriental Languages
Seljuk University, Turkey

THE TURKISH ELEMENTS IN URDU

The Turkish lingual and literary influence on the Subcontinent of India can be divided into the following four major parts :

1 — Pre-Islamic Period

2 — From Mahmud of Ghazni to Babur

3 — From Babur to Shahjihan

4 — From Shahjihan to the 19th century and onwards.

1 — *Pre-Islamic Period* : It cannot be denied that there had been a close contact between the ruling Turkish tribes such as Kushans and the White Huns who got mixed up with the local communities of India. Uigurs having accepted Budhism were influenced by the Sanskrit religious literature. Today, we find countless words of Sanskrit origin in the Uiguric vocabulary[1]. Similarly, some Turkish words are found in Sanskrit[2]. Since a few written texts of these periods come down to us, it is difficult to say precisely what Turkish elements affected the local Indian languages of that time.

2 — *From Mahmud of Ghazni to Babur* : As pointed out by Amir Khusrau Dehlevi (1253-1325 A.D.) the great Persian poet of Turkish origin, Turkish came first to the Subcontinent of India. In his 'Nuh Sipihr' he says :

1 For example see A. Caferoğlu, *Eski Uygur Türkçesi Sözlüğü* (the Old Uiguric-Turkish Dictionary), Türk Dil Kurumu (Board of Turkish), Ankara 1968.

2 For some words see Prof. Dr. Abidin İtil's article «Türkçe-Sanskrit Arasında Linguistik Paraleller», *Doğu Dilleri*, Dil ve Tarih Coğrafya Fakültesi, Ankara 1970, I, No. p. 139-150.

The organisation and the system of administration of these libraries must have been influenced by those of the medieval libraries of the Islamic countries, just as the system of the working of the modern British hospital has been very largely influenced by that of the medieval Islamic hospitals.

But it is strange that no reference is made in any of the books on libraries, in general, to any of the medieval Islamic libraries. The earliest treatment of the subject by a European writer is found in the thesis submitted by an Italian girl student, Olga Pinto, in Italian language which was translated into English by F. Krenkow and was published in the Islamic Culture (pp-210-243) in 1929.

It is the duty of the young Muslim scholars to make known to the modern world, the achievement of their fore-fathers.

those days, when al-Haḍrami, a great scholar and passionate lover of books, bade for a rare manuscript in which he was highly interested, another bidder who was a rich man, made a higher offer far beyond the means of al-Haḍrami and secured the book. Al-Hadrami then tried to discuss with the purchaser the subject-matter of the book. The purchaser told him that he was completely ignorant of its content and subject matter, but he purchased it because its size and binding would help him in filling a gap in his book-shelf.

In these circumstances it is not surprising that book-trade flourished greately in the Islamic dominions during the middle ages. In Baghdad there were one hundred book-shops during the third century of Hijri era[34], Cordova also served as a good market for books. The same must have been the case with many other important Muslim towns also. Some of the book-sellers made a large fortune out of their trade. And some scholars also, like yáqút, worked as agents for procuring books (Dallâlul Kutub).

Many of the libraries mentioned above, however, were public libraries. Several of the private and personal libraries also, as we have seen, were open to scholars and students, in general, who were provided with all the facilities to use them. Some of them lent books to scholars without taking any security for them. Yáqút says that he borrowed two hundred books from the libraries at Marw without depositing any security for them.

Almost every important town in Islamic dominion had one or more public libraries, during the middle ages when the whole of Europe did not possess a single public library The oldest European public library is the Bibliotheque Nationale of Paris which was developed during the 16th century out of the royal library of Louis the XI who had founded it after his return from the East where he was highly impressed by its libraries. The library of the British Museum was established during the 17th century and that of Berlin and Vienna assumed public character probably after the library of the British Museum.

34. Islamic Culture Vol. XII, p. 214.

them was an expert in his own profession. Most of the books in his library were either antographs of their authors, or were copied by illustrious calligraphers[31].

Over and above the regular independent libraries and those attached to Madrasas, or some of the mosques and Khanqahs, there were also several academies and clubs in which, in addition to the materials for enjoyment of the members there were kept large number of books. A club of this type in Damascus of the Umayyad period has been already mentioned. There had also developed several others of them during the Abbasid period. One of them was founded by Ṣâbur b. Ardsher in the Karkh quarter of Baghdad, in the year 381, and was furnished with a choice library as well as materials for the musical entertainments of the members and the visitors. The value of the library may be judged form the fact that it had hundred copies of the Qura'n written by the Banu Muqla, and 10400 volumes on various subjects. Most of these volumes were either autographs of their authors or were such as had been in the possession of famous men. It was a rendevous for literary men and was visited by notable men like Abu'l-'Ala al. Ma'arri who met several distinguished persons there, and admired it in poetry as well as in prose. A similar academy was founded at a later period, by Sharif al-Raḍi who met in it his admirers, and provided it with facilities for literary persuits[32]. The keepers of the academies were called custodians and not librarians. Their members, according to Nicholson, "enjoyed pretty much the same privileges as belong to the Fellows of an Oxford or Cambridge Colleges.[33]

The establishment of so many libraries either independently or as parts of the Madrasas and mosques, in spite of high prices of books, shows the great interest in them, not only of their founders, but also of the general public. As a matter of fact during the middle ages, it was a fashion among the Muslims of high ranks to keep a library with beautifully bound book even if they knew nothing about their contents. This is illustrated by the fact that at an auction of books in Cordova, which was not uncommon during

31. Ibid vol. 19. pp. 329-347.

32. Margoliouth's Introduction to the Letters of Abul-Ala, pp. III-XXIV.

33. *A Literary History* of the Arabs p. 267.

(3) The third important library of the middle ages was that of the Fatimids of Egypt. The first three Fatimid rulers were highly educated and extremely intrested in arts and sciences. This cultural interest was shared by several of their succesors also. They had founded several colleges and established among others, a large state-library which was housed in their palace but was open to public who was provided with all possible help to make the best use of the books which it contained. It is difficult to fix the number of the books it contained, for the various authorities give different numbers. But there is no doubt that it contained, several hundred thousands of them, on all the various arts and sciences, for 120 thousands of them was given away by Ṣalaḥuddín to his secretary as a gift, and a large number of them was auctioned twice a week for a whole year[29].

(4) Another important library was that of Tripolis in Africa. Here Qáḍí Abu Ṭálib b. 'Ammár had established himself as master of the place, and founded an academy in which his son Fakhru'l-Mulk also took keen interest. This academy was considered to be one of the wonders of the world. It had a rich library. The Banu 'Ammár had bestowed great care upon it. Like al-Ḥakam of the Cordova, they had agents in all the of Islamic world, in order to procure books for them. They had accumulated three million books in it and employed 180 copyists, thirty of whom worked day and night. All of them were well-paid. Scholars and students from all parts of the Islamic world visited and used it[30].

(5) Muslim India did not lag behind the other parts of the Islamic world, in its interest in books and libraries. Most of the rulers belonging to the different dynasties as well as their governors and the independent and semi-independent chiefs of the various provinces were educated men and possessed their own libraries. Many of them have been described by different scholars. Khan Khanan, for example, built up an excellent library at Ahmedabad when he was its governor. In it he employed numerous translators, paper-makers, calligraphers rubricators, gilders, painters, copyists, cutters, book-binders, and librarians and their assistants. Each of

29. Islamic Culture vol. III. p. 230.

30. Islamic Culture vol. 3, p. 236.

There were so many large libraries in the various parts of Islamic dominions during the Muslim rule, that it will take several volumes to describe all of them in detail. I will, therefore, give some details of about half a dozen of the most important of them, from different countries :

(1) The pride of place must be given to the library of the Abbasid Caliphs of Baghdad. It was founded by Manṣúr, organised by Hárún al-Rashid as a part of the Baitu'l-Ḥikmat, and further improved by his illustrious son al-Mámún. In it were collected together all the Greek works which were acquired by Hárún at the conquest of Asia Minor as well as those which were collected by the commission which was sent by al-Ma'mun to Byzantium to get the Greek scientific works. The books translated from different languages into Arabic as well as those independently written in it before or during the Abbasid period also must have been added to it. There must have been attached to it a large number of scholars, calligraphers, book binders, and supervisors. It must have been far more richer than the library of the Daru'l 'Ilm founded by Sabúr b. Ardshir, in the Karkh quarter which had hundred thousand volumes some of which were copied by most celebrated calligrphers.

(2) Similar to this library was that of al-Ḥakam the illustrious Umayyad ruler of Spain. "He had collected such a large number of books," says Ibn Khaldun, "as were never collected by any king before him".* There were four hundred thousand volumes in his library. Their catalogue consists of 44 volumes, each of which consisted of twenty leaves in which were written only the names of the books. Al-Ḥakam had sent his agents in every direction in order to purchase manuscripts. He sent one thousand Dinars to Abúl-Fāraj of Isfahan and obtained his first copy. Similarly he sent money to Abu Bakr al-Abḥari and other reputed authors also in order to get the first copy of their works. He had read all the books in his library and annotated most of them. He had collected in his palace, master calligraphers and expert book-binders. During his reign Cordova became a good market for books.

* Ibn Khaldun vol. 4, p. 146

Companion of a king. He was introduced to al-Mutawakkil by Fatḥ b. Khâqân, continued to be a great favourite of all the Caliphs from al-Mutawakkil to al-Mu'tamid, and was respected by all of them. Each of them bestowed upon him large gifts. He became very rich during the later period of his life, had a nice estate with a big palace, in the vicinity of Baghdad. In it he had a rich library which contained books on all subjects. People from various places came and stayed there, consulted the books, and all their expenses were defrayed by 'Ali b. Yaḥya himself. Abu-Ma'shar the well-known Astronomer while going from Khurasan for the pilgrimage of Mecca, visited this library, and having realised its value gave up the idea of pilgrimage, stayed there for a long time, and learnt Astronomy thoroughly which he did not know when he came there[24].

During the Muslim rule, not only the Caliphs and kings and their courtiers in all the Islamic dominions possessed big or small libraries, but many of the Muslim scholars also possessed their own libraries. Muhammad b. Ḥazm of Spain who was a poor teacher, had gathered a good library, partly by purchasing them and partly by personally copying them. Many scholars visited and made use of it[25]. Abu Mutarif Futays b. Sulayman the judge, accumulated a rich library, which was sold after his death for 40,000 Dinars[26]. Shaykh Mubarak, (d 1001) the father of Faydi, had in his personal library, according to his own statement, about thirty thousand volumes before entering the court of Akbar. Most of these books were autographs of their anthors and five hundred of them were copied by Mulla Mubarak himself[27]. His son Faydi had four thousand and six hundred books in his personal library. Many other libraries belonging to the Indian kings of the different dynasties, and the governors of the various provinces and their courtiers and the Muslim scholars are mentioned by S. Abu Zafar Nadwi in his articles on the subject[28].

24. Irshadu'l-Arib, vol V. pp. 459-476
25 *Takmila*, by Ibn Abbar, No. 312.
26. *Kitabus-Sila*, by Ibn Bashkual. pp. 3, 4-5.
27. Introduction to the Ms, of Mulla Mubarak's Tafsir, which is preserved in the library of the late Sayyed Taqi of Lucknow.
28. Islamic Culture vol. 19, pp. 329-347.

originated earlier than the state libraries. During the life time of the Prophet, Abu Hurayra, 'Amr b al-'As, Anas and some others, had their collections of the Traditions of Islam. After them 'Urwa b. Zubayr, Imám Zuhri and several other followers had large collections of materials concerning the Traditions and the life of the Prophet. After them many scholars like Ibn Isháq, Waqidi, Ibn Sa'd and others collected good personal libraries. During this very period, different scholars possessed large materials on Arabic poetry, Arabic linguistics, Arabic vocabulary etc.

This keen interest among the scholars, for books and libraries continued for many centuries.

Abu'l-Wafa b. Salama a well-to-do scholar of Hamadán possessed a rich library consisting mainly of early Arabic poetry. It is out of this library that Abu-Tammám (807-846), selected his anthology of early Arabic poetry which showed that the art of poetry was successfully cultivated among all ranks of the early Arabian Society, and proves his better taste for poetry than his own poems. Like Abu'l-Wafá, 'Ali b. Yaḥya the Astronomer also possessed a rich library in a village near Baghdad. Fatḥ b. Kháqán (d. 247/A.D.) the descendant of a royal family and bosom friend of the Caliph al-Mutawakkil also had a nice big library, like which no one ever saw. It was built up for him by Ali b. Yaḥya the Astronomer, and was visited by the scholars of Basra and Kufa. He was himself an extremely intelligent and literary man, highly social, well-behaved, sincere, kindly and generous towards all those who met him[22]. He had great love for books and always carried one with himself, and read it whenever he got an opportunity[23].

He built up a rich library for himself also, at a later stage of his life. He was a man of short stature and ugly appearance but possessed the highest qualities of head and heart. He was well-read in Arabic literature and Arabian sciences. He had ready wit and possessed all the qualities which are necessary for the pleasant

22. *Irshad*, vol VI pp. 116-19.

23. Ibid. p 56

"The rooms set apart for the books had, along the walls, shelves which did not surpass the height of a man so that it was not necessary to use dangerous ladders, to reach the books on the top-shelves. The scaffolds were all furnished with shutters, some on hinges, while others were let down from the top, and with locks. These locked shelves though not very commodious for the distribution of the books had the advantage that they preserved the rich and beautiful bindings from dust and sun-light.

"The books were placed on the book-shelves divided in sections so as to form little heaps. The names of the authors and the titles were written on the backs of the books. The arrangement was according to the subject ; and to facilitate the search for a book required, the content of each of section of a book-shelf was written upon a piece of paper which was attached to the shelf outside. These papers also indicated of works which were incomplete or defective[20]."

Almost simultaneously with the Buwayhid chief, the Samanid Amir Nûḥ b. Manṣûr established a large library at Bukhara which was visited by Avicenna who writes that it consisted of many rooms. "Each room was full of books arranged in cases, row upon row. Books on Arabic literature and poetry were kept in one room, those on law and jurisprudance in another. Thus to every particular science was alloted a particular room. I went through the catalogue of the books of the ancient (Greek) authors and searched from it the books which I needed. I found in it books of which many people never heard the name even, and also never saw before or after. So I read these books and benefited by them and realised the position of every author in his field of science."[21]

These were the state libraries of the Muslim rulers. It has been already seen that they originated during the early Umayyad period. Many others of the later period will be described and discussed later. But over and above them there were also many other collections of books which were gathered by individual scholars and lovers of them during the various periods. They

20. *Ahsanut-Taqasim* vol. 1, p. 449.
21. *Tabaqatu'l-Atibba* vol. II, p. 4.

ages there was no Muslim town worth the name which prossessed no library. Ibn Jubayr the traveller has remarked in his *Travels* that the glory of Islam consisted in its hospitals and colleges. And every college must have a library. Every Muslim town must have mosques also, and to a mosque was generally attached a madrasa to which the scholars generally endowed their books. Most of the libraries in Turkey were endowed to mosques.

Many of these libraries were well organised and well-equipped. A graphic description of the library founded by Aḍdu'd-Daula at Shiraz and of its building is left by al-Maqdisi in his *Ahsanu't-Taqasim* and has been translated into English by F. Krenkow.

F. Krenkow has translated an article by Dr. Olga Pinto from Italian into English. She has quoted the relevant passage from the *Aḥsanu't-Taqâsim*. It says : "Aḍdu'd-Daula, the Buwayhid, (949-982) founded in Shiraz a residence which had not its equal in East or West. No ignorant person entered it, but was enchanted, nor any learned person, but his imagination was filled with delights and perfumes of paradise. He made it intersected with water courses. The buildings were crowned with domes and surrounded by gardens and parks ; lakes were excavated, and every kind of comfort that could be thought of, was provided. I have heard the servants say that there were in it 360 rooms and pavilions, in each of which he resided one day of the year ; some were on the ground floor and some above. The library constituted a gallery by itself. There was a superintendent, a librarian and an inspector chosen from the most trustworthy of the country. There is no book written up to this time in whatever branch of science, but the prince has acquired a copy of it. The library consists of one long vaulted room connected to which are store-rooms. The prince has made along the large room and the store-chambers, scaffolding about the height of a man, three yards wide, of decorated wood, which have shelves from top to bottom ; the books are arranged on the shelves and for every branch of learning there are separate scaffolds. There are also catalogues in which the titles of all the books are entered. Only persons of standing are admitted to the library. I myself inspected this library down-stairs and up-stairs, when all was still in order. I observed in each room carpets and curtains. I also saw the ventilation chamber, to which the water is carried by pipes which surround it on every side in circulation.

taniously, Arabic linguistics and vocabularies also began to be developed at Kufa and Basra. All this presupposes the existence of small personal libraries at these places.

With the advent of the Abbasids, the libraries also, like other cultural institutions, developed very highly, on account of the keen interest of the Abbasid Caliphs in the acqusition of books and their preservation. Some of them laid it down as a condition for the establishment of peace with a Byzantine emperor, that he should make over to the Caliph the Greek Mss., and sent a deputation to Byzantine towns to acquire and collect scientific works. To Abdu'l-Rahman III of Spain was a most welcome gift, an illustrated copy of the *Kitábu'l-Ḥashā'ish* of Dioscorides.[15] This keen cultural interest of the Caliphs was shared by their ministers and governors as well as by the semi-independent rulers of the various Islamic dominions.

It is, therefore, not surprising that during the middle ages, there existed several well-equipped and well-managed libraries in good many Muslim towns. In Baghdad, during the 13th century, there were more than thirty-six libraries. In most of the towns in Syria, like Aleppo, Tripolis, Antioch also there were big libraries. The library of Aleppo, possessed 20,000 volumes[16]. In the towns of Andalusia there were seventy libraries[17]. At Marw there were ten libraries from which Yáqút borrowed 200 books without giving any security. Many Iranian towns also had large libraries[18]. Ar-Ray's library had its catalogue in ten volumes. At Shiraz was the well-organised library founded by the Buwayhid chief Aḍdu'd-Daula which will be described in detail later. At Bukhara was the large well-equipped library which was established by the Samanid ruler Núḥ b. Manṣúr in which were found books which were not found anywhere else[19]. As a matter of fact during the middle

15. *Tabaqatu'l Atibba*
16. *Letters of Abu'l-Ala* Ed. Margoliouth, Intr. p. xvi.
17. *Islamic Culture*, vol. *VIII* p. 115.
18. Irshad vol. *II*, p. 35.; M'ujam u'l-Udaba vol. IV, p. 11.
19. *Tabaqatu'l-Atibba*; vol. 2. p. 4.

He was the son of one of the attendants at the gate of the Audience Hall of the Caliph. He was, therefore, generally known as Ibnu'l-Bawwáb. Like Ibn Muqla, he possessed good knowledge of Arabic literature and of its various branches, but was especially devoted to the art of calligraphy. He learnt it at the feet of almost all the pen-men of his time and ultimately excelled all his contemporaries in this art. He improved and carried the Naskh script to perfection so that his method is followed by the various calligraphers of the script till the present day. His house was always crowded by the students as well as masters of calligraphy, all of whom accepted his superiority in the art. He died between 413/1022 and 423/1034. His style and method of writing was followed for more than two hundred years[12].

After him flourished numerous master Calligraphers in different parts of Islamic dominions. The most important of them was Jamaluddin Yáqút Musta'ṣimi who died in 698/1298[13].

The progress of the various arts, to which reference has been made, helped in the production and preservation of books and in making their collection and libraries popular among the Muslims

The begining of Islamic libraries, however, must be traced back to the personal collections of the various parts of the Qura'n and of the Tradition of the prophet, by some of his associates. These small personal collections of some of the Companions must have grown larger in volume on account of the activities of the next generation in search of the materials on the life and character of their narrators. Soon after it Khalid, the grand son of Mu'aviya, got greatly interested in al-Chemy, collected together the Greek works on it, from Egypt, and got them translated into Arabic. Almost about the same time was translated from Greek into Arabic a medical book also, by a personal physician of Ḥajjáj b. Yúsuf, the then governor of Kufa. Soon after it we learn of the royal library of 'Umar b. 'Abd al-Aziz (d. 720) as well as of a literary club which was furnished with books as also with the game of chess[14]. Simul-

12. *Ibn Khallikan*, English Translation vol. *II*, p. 282-283

13. *Tadhkira-i-Khush-Nawisan*, Ed. H. Husain, Asiatic Society, 1910 p.

14. See M.Z. Siddiqi, Studies in Arabic and Persian Medical literature. Calcutta University, 1959, pp. 15-16.

It was, therefore, called Naskh or Naskhi. He laid down detailed rules governing it, for the guidance of those who wanted to learn it. He became famous as a pen-man throughout the Islamic world and people from every part of it, crowded round him to learn this art. His house was always crowded by the students and the learned people, to all of whom he was always extremely courteous and generous.

All this was done by him in spite of the fact that he was very often busy with the various administrative duties also. He served as a governor of a province or as the minister of the Abbasid Caliphs. But he had to pay very dearly for his qualities of head and heart and for his popularity. His properties were confiscated, his right hand was cut and he was imprisoned more than once. But in spite of it, he made beautiful copies of the Qura'n with his left hand and also by fastening pen to his right hand. At the end he was put to death while he was in prison in the year 328/948. "It was strange", says al-Fakhri, "that he Ibn Muqla[10] became a minister three times, was externed three times and was buried three times. He was buried in the house of the Caliph just after he was killed there. This happened shortly after his hand was cut. Then his relatives wanted that his dead body should be made over to them. It was exhumed and made over to them and they buried it. Afterwards his wife wanted his dead-body, exhumed it and buried it in her house"[11].

The next great pen-man of the Abbasid period was Abu'l-Ḥasan 'Ali b. Hilál, generally known as Ibnu'l-Bawwáb.

The Naskh script was followed throughout the Islamic world for more than a century after which Ibnu'l Bawwáb who introduced many improvements in the script originated by Ibn Muqla, made it more regular and simple and introduced in it greater grace and beauty. He also further explained the rules laid down by Ibn Muqla.

10. Ibn Khallikán, English Tr. vol., 3, pp. 266-271 ; al-Fakhri ed, Ahlwart. pp. 318-321 ; Khat wa Khatatan, Ali Rahgiri, Tehran 1346, pp. 57-65.

11. *al-Fakhri*, pp. 318-321.

Ḥadith of Abu 'Ubayd. It is preserved in the Leiden library and is dated. 243/857 They produced inks of different colours out of different substances They developed book-binding into a veritable art, bound the books in valuable leather of different colours, adorned and ornamented them with silver and gold, and supplied them with nice covers in order to protect them from dust and dirt.[8] They used all these arts for the production & preservation of books. They founded numerous libraries some of which supplied the students and the scholars with the necessary materials for copying books peacefully and comfortably.

For some time just, before the rise of Islam, the Kufi script was used by such of the Arabs as knew this art. The first four Caliphs and a few other eminent associates of the Prophet had excelled in it It continued to be followed by the Muslims till the end of the Umayyad period. The last great scribe of this period was Abdu'l-Ḥamid b. Yahya, b. Sa'id who was a Syrian slave converted to Islam, had mastery of Kufi script and introduced several useful innovations in it. He became the chief scribe of Marwán II and was killed with him[9].

With the advent of the Abbasids, like other branches of culture, Calligraphy also improved by leaps and bounds. The first important calligraphers of the period were Ishaq b. Hammad and his brother Ḍaḥḥák. They secured mastery of Kufi script and introduced several improvements in it.

But the first important pen-man of this period was Abu 'Ali' Md b. Ḥusain b. 'Ali. generally known as Ibn Muqla. He was born in 272/886 acquired excellence in literature and the various religious sciences in vogue during his time. But the special field of culture in which he secured lasting reputation was Calligraphy. Having realised the difficulties of the Kufi script he invented several other scripts like Muḥaqqaq, Rayhani, Thulth, Tauqi', Riqâ, and Naskh. The last of them assumed great popularity and replaced the Kufi and every other script which was in vogue at that time.

8. Ibid.
9. Sahifa-i Khush Nawisan, p. 23

horse, and the best companion at all times, is the book." Muhallab said to his sons : "Whenever you stand in the market, then stand either before the shop of the weapons, or before those of the books."[3] "For the Arabs," writes an Italian Orientalist, "Every book commencing from the great book, the Qura'n, represented a whole world in itself, for them more than for any other people of antiquity, it was the only and inexhaustible fountain for the inner life."[4] Fatḥ b. Kháqán, the general, Jáḥiẓ the scholar and Ismá'il b. Isḥáq the judge, had great love for books.[5] The first of them always carried a book with himself and read it even in the lavatory. The second died because the heaps of books which he kept round himself fell on him when he was old and ill. And the third was always found reading a book. Ṣáḥib Ismá'il b. 'Abbád always carried numerous books with himself whenever he went out of his state, and refused to accept the ministry offered to him by the Samanids, because he could not carry his large library with him.[6]

Most of the Arab rulers of the different dynasties of the early period and most of the Muslim kings of different dynasties of the various Islamic dominions took keen interest in the collection and preservation of books on different subjects. They developed several arts which helped in the production of books and in adorning and preserving them.

They developed calligraphy into a veritable art and used it not only for writing books but also in order to decorate and adorn architectural monuments. They learnt the art of paper making from the Chinese and established its factories in several important towns like Samarqand, Baghdad, Cairo, Shatiba and other places. From several of these and other places, paper was exported to different parts of Europe for several ceturies[7]. The earliest Arabic manuscript written on paper, received by us, is the *Gharibu'l-*

---

3. *al-Fakhri*, Egyptian edition pp. 3-5.
4. Islamic Culture vol. *III*, p. 211.
5. *Irshad*, vol. *VI* pp. 117. ; 56.
6. Ibid vol. II p. 315.
7. *The Medieval Library* by James W. Thomson, pp. 631-33.

THE Library constitutes an important cultural institution which originated and highly developed in the various parts of Islamic dominions, without any foreign influence. Its origin has been traced back to the ancient period when Ashurbanipal (689-630, B.C) assembled at Ninevah, a large number of cuneiform texts, which are now in the British Museum. In Greece, in Rome and in certain other parts of Europe also there existed some personal or private libraries during the ancient period. But they had lost their importance and were reduced to insignificance during the middle ages, and none of them were public libraries.

The Arabs were generally completely ignorant of reading and writing. Many of their distinguished poets did not know how to read or write. One of them, Tarafa, lost his life on account of his ignorance. Another of them Dhu'r-Rumma knew how to write but wanted to conceal it from the people, because it was considered by them to be a defect. As a matter of fact there were no words for the writing materials, in their otherwise rich language.

But under the influence of Islam, its Caliphs and governors and kings, they became lovers and preservers of books. The Prophet encourged and popularised the art of writing in various ways and paid tributes to those who sought, and served knowledge. 'Umar the second Caliph, had made the teaching of writing and reading compulsory[1].

Perhaps the slogan of the burning of Alexanderian Library may be raised against him. But it has been proved to be a mere myth started 500 years after the conquest of Egypt by the Arabs[2]. In Iran also there did not exist any library at the time of Islamic Conquest according to the statement of Hamza, Isfahani.

Mutanabbi, however has said, in his Qasida in praise of Kāfur : "The most honourable seat in this world is the saddle of a

1. Al-Faruq, 1898, part II P. 105.
2. See Buttler's *Conquest of Egypt by the Arabs*, chap. *XXV*.

Lecture—III

ISLAMIC LIBRARIES

he was very strict in his ideas and criticised bluntly many of the important muslim authors like al-Ash'ari, Abu Ḥanifa, Imám Málik and others. He was, therefore, disliked by the muslims in general. He was externed from several provinces, and most of his writings were burnt. Very few of his books have come down to us, one of them being his valuable and original work on the comparative religion al-Fisal-fil-Milal. It is in five volumes.

About 80 years after it Shahristáni wrote his book on the subject. His full name was Abúl Fatḥ Muḥammad b. Abdu'l-Karím. He was born at Shahristan in Khurasan in 1086 A.D., was educated in Islamic sciences and philosophy at Nishapur and other places and performed pilgrimage in 1116 A.D. While returning from Mecca he stopped at Baghdad for three years and completed his education. After that he returned to his native place and devoted himself entirely to teaching and writing. His most celebrated book deals with religious and philosophical sects. H. A. R. Gibb remarks about it that there are few works in Arabic literature that reflect more credit on medieval Mohammadan scholarship. Like the work of Ibn Ḥazm, this book also contains the accounts of the Muslim sects as well as of the Jewish schools and Christain churches as well as of the Indian religious philosophies. Like Ibn Ḥazm he was also strictly orthodox. "He presents," says Gibb "the arguments and views of even the most heretical schools with remarkable fairness, only occassionally interposing incisive comments at the end of some peculiarly obnoxious or hair-splitting doctrine".

From what I have just discussed it is obvious that the Arabic writers not only considerably improved the sciences which they had received from their predecessors, but also laid the foundations of several important branches of knowledge.

But the proper and exact valuation of Islamic Studies in its various branches, depends on the critical study of this huge literature, a large part of which still remains unexplored and unnoticed, in the private and public libraries in the East as well as in the West. In our country itself there are many important and extremely valuable and some also unique Arabic Persian books, in private possession or public libraries, which are entirely unknown to the scholarly world.

of the ancient period believed in the unity of God and their conception of Him was similar to that of the Jews. The statement of some of the Chinese scholars also shows that the ancient Chinese also believe in the unity of God.

From what has been said above on the basis of the Qur'an, it will appear that it laid down the foundation for the comparative study of religion.

Before the advent of Islam the believers in different religions were almost always at loggerhead with one another. Islam established amity and peace between them. It laid down that in matters of religion there is no room for compulsion. The peoples professing different faiths, therefore, lived together, under the Muslims, peacefully. They held religious discussion among themselves, the reference to some of which is found in Ḥadi<u>th</u> works. Some of the treatises written by the Christians in this connection are mentioned by Dr. Mingana in the introduction to his English translation of the *Kitáb'ud-Din -wad-Daula* (the Book of the Religion and the Empire). But the earliest book written in the defence of Islam against Christianity and Judaism is the above mentioned *Kitab'ud-Din-wad-Daula* which was written by 'Ali b. Rabban al-Tabari, in 855 A.D. at Baghdad. Several other books also were written on the subject. Ibn Ḥazm has written in the introduction to his book mentioned above, that there were several books written on the subject by different writers. Shahristáni also has written in the preface to his book that he had read the treatises of believers of different religions about them, and he wanted to put together their contents so that it might serve as a guide to its readers.

Ibn Ḥazm whose full name was Abu Muḥammad 'Ali Ibn Ḥazm, was born at Cordova in an influential family in 994 A. D. He was endowed with extraordinary ability. He acquired excellence in all the Islamic sciences at an early age, was appointed as a minister, and was accepted as the leader of the Záhiriya sect. But he was more interested in the scientific activities than in political career. He soon, gave up the post of the minister and devoted himself fully to the cultural activities. He was very often subjected to trials and tortures. But he is accepted as the most prolific muslim writer. He wrote 400 books in 80,000 pages. But

One of the important branches of literature, however, was that of Comparative Religion. "Surprising though it may seem, it is in Arabic that we find the first work on this subject" Says H.A.R. Gibb. He has mentioned in this connection the *Kitabu'l-Milal-wa'n-nihal* and the *Al-Fisal-fil-milal* of al-Shahristani and of Ibn Ḥazm respectively.

But the fact is that it is the Qura'n which laid down the foundation for the comparative study of religions. When it was revealed there were living in Arabia peoples professing several religions. Among them there were idol worshippers, Jews, Christians, Sabians, and Zoroastrians. The Qura'n refers to some of the beliefs and practices of each of them which differed widely from one another. But the Qura'n affirmed that they were due to misconceptions of the people professing them or the misunderstanding and misrepresentation of what was actually preached by their prophets.

The idol-worshippers held that their idols have influence on God, that the angels were His daughters and some of them held that after death, one has no more life nor will he have to account for his deeds in this world. The Jews believed that Moses was the first and last prophet, they made changes in the Old Testament, and disbelieved some of the prophets. Some of them considered Uzayr to be the son of God attributed great evils to Hazrat Maryam the mother of Jesus. The Christians believed that there were three Gods and Jesus was God's son ; they also introduced changes in the New Testament.

These and several other beliefs and practices of the above three groups af the Arabs are mentioned in the Qura'n. But it has not mentioned the beliefs and pratices of the Ṣabian and the Zoroastrians. But Ibn Ḥazm and Shahristāni have discussed in details their beliefs ana practices.

According to the Qura'n all the prophets of every period belonging to different nations preached the unity of God, life after death and responsibility of the man for all his deeds and that all the prophets were true and God-sent Sir W. Budge, who is a great authority on ancient Egypt, is of the opinion that the Egyptians

of the Nine Greatest Islands of the World : Arabia, Madagascar, Sumatra, Java, Formosa, Ceylon, Zanzibar, Bahrayn and Sokotra ; (xi) Monsoons and Navigation ; (xii) The Red Sea, Its Islands and Reefs.

The other works of Ibnu'l-Májid also show his mastery of Nautical Science and his thorough experience of the navigation in the Red-sea, the Indian Ocean as well as in the Chinese waters. His works serve as dependable mine of information regarding Nautical Science and its history.

More important than the discovery of a few technical principles, however, is the application of the inductive and objective methods to the scientific enquires instead of merely specultive principles, which had been the main drawback of the ancient scientific works. In this connection the services of the Arabic writers is of immense value.

"The Savants of the school of Baghdad", says Sedillot, "passing from the known to the unknown gave an exact account of the natural phenomena, so that the effects might be connected with their causes. They never accepted but what was demonstrated by experience. Such were the principles enunciated and followed by these masters. The Arabs of the 9th century had been in possession of this productive principle, which long after them, in the hands of the moderns, led to important discoveries".[8]

There is no doubt, that the utility of the positive inductive method was emphasised by the Arabic writers. Avicenna in his *al-Shifa* questioned the validity of deductive form of reasoning and raised the same objection against it as has been raised by the British Logician J. Stuart Mill. But Avicenna was too much influenced by the Greek thought to reject it altogether. We find, however, that three out of the four well known Inductive Methods are described with precision in the most popular book on Logic, the Sullamul-'Ulum of Muhibbulla of Bihar. These methods are also largely used in the Arabic works on Law and Jurisprudence especially in the Chapter on Qiyas or legal reasoning.

8. L. A. Sedillot, Histoire Des Arabes, vol. II, p. 12

treatises on Nautical Science. This shows that Arabic literature on the subject had already developed considerably. But unfortunately it is entirely lost.

Ibn'l Majid pays compliments to all his predecessors in the field, for what they attained. But he says that all of the earlier works are out of date now in the 15th century. All that was of any utility in them has been included in his own works. "Whatever I have written" he says, "is based on actual experience. There is nothing in it which is not verified by experience." He claims that every page of his book is more exact and useful than all that was written before.

The Paris manuscript of the work of Ibnu'l-Májid consists of two parts: Nos 2292 and 2559. One of them consists of 19 treatises and the other of 13 booklets. They have been edited and commented upon by Gabriel Farrand in three volumes. Some of these books are in poetry and some of them are in prose. The most important of them is *al-Ḥa'wiya* (The Inclusive). It is a short treatise on the principles of Nautical Science. It contains large amount of materials on the subject. It deals with (i) the signs indicating the nearness of the shore; (ii) the mansions of the moon; (iii) the wind: (iv) the chronology; the law of the wind. They are followed by the description of the sea-routes– the routes to coasts of Arabia, to Western India, to Bengal upto Java, to Formosa and to China; the distances from Arabian coasts to those of Western India, the latitudes of the ports of Indian Ocean. The discussion of these subjects shows a thorough practical knowledge to the countries referred to.

Another important book of Ibnu'l -Májid included in the Mss. mentioned above, is *Kitábu'l-Fawa'id* (The book of Utility). It is dated 1490 A.D. and according to the editor, is the maturest of the author's works. It is divided into 12 chapters. They deal with; (i) The Origin of Navigation and the Magnetic Needle; (ii) The Qualities and the Knowledge which the Pilots Must Possess; (iii) Lunar Phases; (iv) Points of the compass; (v) The Geographer and Astronomers the Predecessors; (vi) Sea-Routes; (vii) Astronomical Observations; (viii) Steering of Ships; (ix) Description of Coasts and of Three Group of Pilots; (x) Description

through which they passed is abundantly shown by the several books and treatises on these subjects by Shihábuddin Aḥmed b. al-Májid of Najd in central Arabia, and by Sulaymán al-Mahri, which are preserved in *Bibliotheque Nationale* of Paris and were published by M.M Gabriel Farrand and Gaudefroy. These works are of great importance not only by themselves but also because they yielded permanent influence on the later development of Nautical Science.

The father and grand father of Ibnu'l-Májid were great captains and masters of Nautical Science. They left certain treatises on the subject. Ibnu'l-Májid describes them as "lions of the sea" and admires them a good deal. He says "My grand-father navigated the ships on the Red Sea through its routes to the coastal towns leading to Mecca and knew these routes precisely and in detail No one equalled him in this respect. My father inherited the nautical knowledge of my grand father. I renewed their experience during the last forty years and made the necessary corrections in the scientific works of these two great Captains. I have put down the results (of my experience) and laid down principles and facts which are not to be found together anywhere else. They may be found scattered in different works".[6]

It appears that they had great reputation among the Arab sailers for several generations. According to Richard F. Burton who visited Aden in 1854, "the Arab mariners of this period regarded Shaykh Májid as a saint and inventor of compass. They recited his *Fatiha* before entering into deep sea".[7]

The Arab sailers had produced several treatises on Nautical Science particularly during the 10th century. But unfortunately all of them are lost. But Ibnu'l-Májid refers to them with appreciation. He says that in the 10th century there lived three celebrated mariners: (1) Muḥammad b. Shaddán, (2) Sahl b. Abán and (3) Layth b. Kahlán. They composed in prose, a guide for the sea. Ibn Májid has criticised this treatise but he says that they found out new and nearer sea-routes from Siráf to Khurasan. He has also mentioned several other captains who composed

6. Kitabu'l Fawaid, Paris Ms. No: 2292, ff 78a-b.
7. Richard F. Burton, First Foot steps in East Africa. vol, I p. 2-3

rich in detail and in parts it is very poetic. Yáqût first gives the description of the towns and of the province in alphabetical order, and then adds the biographical notices of their illustrious personages. The book contains many beautiful rhetoric passages. One of them is in the notice of the Valley of Bewa'n. But the poetic character of such passages do not affect the quality of precision of the book. "It is this quality" says Carra De Vaun, "which does the greatest honour to the culture of Islam."

The Arabs made not only great progress in Descriptive Geography, but also corrected many of the mistakes of Ptolemy and others in the theoritical part of Geographical science. They found out correct longitudes and latitudes of many places, and performed very delicate observations in order to find out the correct measurement of the arc of the meridian.

They were also masters of Nautical Geography and science. They had thorough knowledge of the Red-Sea and of its western and Eastern coasts and of ports, of the Persian Gulf, of the Indian Ocean and of the Indo-Chinese Archipelago, piloted ships along their ancient routs for several centuries and made valuable contribution to Nautical Sciences. It was an Arab captain, Májid b. Al-Májid of Najd in central Arabia, who showed a map of the entire Indian littoral to Vasco De Gama and personally piloted the portuguese ship from Malindi to Calicut. It was he who made known to the Portuguese the direct sea-route from African port to India.

As a matter of fact during the middle ages several of the Arabian coastal towns like Basra, Oman, Sihr, Aden, Masqat etc. served as important ports.

The Arabian ships sailed under the direction of experienced Arab Captains of established reputation having strong keen sense of duty towards their passengers, who consisted of officers, merchants, sailers and other classes of people of different nationalities. The merchandise and provisions which they carried were of immense value.

This perfect mastery of the various branches of Nautical Sciences and of their knowledge of the various sea-routes and ports

Turkistan and the Indus as well as of those visited by their authors. They describe the important towns of the various countries and their physical features and climate, their natural and industrial products, the cultivated and waste land as well as various particulars with regard to their inhabitants.

The earliest Muslim geographer was the Persian Ibn Khurdazbih. His grand father who was a Zoroastrian had accepted Islam, and his father was for sometime governor of Tabaristan. He himself was appointed as a postmaster in the province of Jibal. He wrote a good book on the Roads and the Countries. In it he has described the postal stations and the taxation in each province.

He was followed by many other geographers belonging to the eastern and western parts of the Muslim world. But the greatest of them Yáqút b. Abdalla. He was Greek by birth, was taken as a captive in his childhood, and sold at Baghdad to a merchant who dealt among other things in books also. He got him carefully educated in all the sciences in vogue at that time, associated him in his business and sent him out on long journeys in connection with his work. He visited various distant places some of which served as important business-centre between India and Europe. Before the death of his master he secured his freedom, and obtained his livelihood by copying and selling manuscripts. He wanted to settle down at Marw which was then an important centre of Islamic culture. He was highly impressed by the sweet benevolence and attractive manners of its inhabitants and was particularly charmed by its several libraries of which he speaks in most impressive terms. But having encountered the Mangols in 1219, he fled on account of their fear, from place to place "naked as he would be raised on the day of judgement" and at last he died at Mausil in 626 A. H. detailed account of interesting adventurous life is given by Ibn Khallikan in his charming valuable biographical dictionary.

Among the several important books left by him is his great Geographical Dictionary, the *M'ujamu'l-Buldán*. It is described by Mr. Le Strange as "a storehouse of geographical information the value of which it is impossible to over-estimate". It is extremely

subject and whose monographs on Khálid Yazid and Ja'far al-Sádiq, show his great ability for acute scientific criticism, has paid high tribute to Abu Bakr Zakariya al-Razi, in his article on Razi's *Kitábu Sirri l-Asrár* (The book of the secret of secrets). He says that the book supplies the missing link between the ancient alchemy and modern Chemistry. It is a complete systematic first class text-book on old Chemistry. The author has divided the book in several Discourses dealing with substances instruments and processes. In this book, instead of theologico-mystical speculation, experiment and chemical technique is given the greatest importance. In it the author shows his great enthusiasm for experiment and complete confidence in final result. This is a feature which is entirely wanting in the earlier literature on the subject.

Al-Razi's works on medicine also, however, show the same objective approach of the subject. His *Magnum Opus* on this subject, al-Ḥáwi, has a particular section in which he describes 25 of his cases with all clinical details. This is extremely rare in the earlier medical literature.

In the branch of Opthalmology, however, Dr. Julius Hirshburg in his Gescht der Opthalmology dealing with that under the Arabs has brought to light the independent achievement of the Arabic writers in this field. As a matter of fact every branch of science and literature in Arabic on which thorough sympathetic research has been done, has shown that a good deal of independent additions have been made to the subject by the Arabic authors.

The same is the case with the geographical literature of the Arabs, according to V. V. Barthold "it is the most valuable monument of Musalman culture of the 9th and the 10th century." Some of their historians like al-Ya'qúbi and al-Mas'údi, and all their geographers have handed down valuable information which are wanting in the earlier works on the subject. The earliest maps and astronomical calculations, which were made under the guidance of al-Ma'mún in the 10th century as well as the researches of Abu Zayd al-Balkhi were endorsed by al-Istakhri and were confirmed by the later writers.

The Arabic geographical works, however, contain the description of all the countries of the Muslim world from Spain to

identified by Stephen, the earlier translator. They sat together with Nicholas and discussed with him the doubtful plants and identified them with the help of the Greek Monk. Only a few (12 or so) of them remained unidentified".[5]

The same keen effort after scientific truth and exactitude characterises the independent technical scientific Arabic literature also. It began to develop from the end of the 8th century of the Chiristian era when al-Rashid according to the suggestion of Yaḥya, the Bermakid, got astronomical instruments prepared by able expert artisans and sent out Yaḥya b. Abi Manṣúr and other Astronomers to make scientific observation of the celestial phenomena and test the theories of the Greek writers on the subject. They produced as the result of their experience the table known as *al-Zijul Musta'mal* i. e. the Verified Tables. Sind b. Ali made other similar observations in 832 and 833 A.D. Again al-Ma'mún sent out a group of Astronomers in order to measure the degree of the Meridian. They went to the North just upto the point where the altitude of the pole varied by sixty minutes and discovered the value of the terrestrial degree. After this a very large number of observations were made by various scholars, at different places. Banu Musa, Moḥammad b. Jábir, al-Battáni, the results of whose observations have been published by Nallino, Abul-Wafá of Buzján, Ibn Yúnus of Egypt, al-Zarqáli of Spain, and Naṣiru'd-Din al-Ṭúsi, are only a few of the Arabic writers on the subject who introduced great improvements in the Greek theories in the field of Astronomy, Mathematics and Geography, on the basis of their own observation of Natural Phenomena. Sedillot and Nallino have done important researches in these branches of Arabic literature. But it is the French Mathematician and Arabist M. Sedillot, however, to whom we are greatly indebted for his wide and penetrating study of them. He has summarised the results of his continuous, long, patient, hard work in his Histoire des Arabs in which he has pointed out their definite discoveries in these sciences, the credit for many of which has been wrongly given to the modern European scholars.

In the field of Chemistry, Professor Julius Ruska of Heidelburg University, who has done admirable work on the history of the

5. C. Elgood, Medical History of Persia, pp. 113-15

in some form or other i.e. he has followed a principle which a modern translator also may follow if his aim be a translation faithful to the sense. It is more than a purely literal translation and presupposes familiarity with the nature of the subject." "On the whole," continues Dr. Simon, "the Arab has thoroughly succeeded in his object."[4]

The colophon of the Ms. on the basis of which Dr. Simon edited the Arabic text, shows that the translator had used three copies of the Greek text together with one copy of the earlier Syriac translation of it. This shows the great care and caution taken by the Arabic translator in connection with his work. The same high tribute has been paid to the Arabic translators by other competent authorities on the subject also. Professor E. G. Browne, for example, who had made a careful study of the subject, pays high tribute to the Arabic translators in his Lectures on Arabian Medicine, whereas he finds serious faults with the Latin translations of Arabic Medical Works done in the last century.

An interesting example of the efforts of the Arabic scholars for scientific exactitude is supplied by the history of the translation of the great work of Dioscorides on plants. The work had been translated into Arabic at first at Baghdad by Stephen, as Ibn Abi Uṣaybia relates on the authority of Ibn Juljul. But this translation was very defective for many of the plants mentioned in the book could not be identified by the translator; he just borrowed and utilised their Greek names without making any effort to identify them. When a copy of it was brought to Spain it could not be fully utilised either by the botanists or by the physicians. In 337 A.H./948 A.D. Romanus, the emperor of Constantinople, sent to 'Ābdur-Raḥmān III (al-Nasir) of Spain, rich presents in which was included an illustrated copy of the book of the great Greek botanist. 'Abdur Raḥmān wrote to the Roman emperor requesting him to send to him some one well-versed in Greek language who might instruct the Amir's employees in that language. A monk named Nicholas was sent to Spain in the year 340 A.H./951 A.D., a council of eminent physicians and botanists of Spain was appointed to decipher and identify the plants which could not be

4. Anatomie des Galen, vol. 1, Int. p. 45.

But in spite of the technical knowledge of the translators, the Arabic translations of the Greek works rendered in the early Abbasid period have been criticised by the later Arabian authors themselves, besause of the wrong system adopted by these translators. "John the son of Betriq and Naima of Emessa," remarks Bahaud-Din in his *Kashkul*, "took into account every word of the original text and replaced it by its Arabic equivalent." "This was not," he continues, "a sound method, for firstly Arabic equivalents could not be found for all Greek expressions and therefore a large number of Greek words had to be used by them in the translations, and secondly because of the great difference in the grammatical construction of sentences in the two languages. Over and above all this the idiomatic and metaphorical expressions which are so largely used in every language, could not be properly translated according to this method".[3]

This system of translation was, therefore, soon overhauled. and many of the early translations were either revised or translated afresh.

The important translators of the new school were Hunayn b. Ishaq for medical books, certain members of his family for Mathematical works, and al-Farabi for philosophical works. They revised many of the early translations and translated many other works form Greek and Syriac languages into Arabic, which were not translated before them.

They have been credited by all the modern competent critical scholars with great care and caution in their difficult literary task. Dr. Max Simon, who has published the Arabic translation of Galen's Anatomy, books 9-15, and compared them with their original Greek text, such parts of it as were now extant, makes the following remark on the merit of the translation by Ḥubaysh, the nephew of Ḥunayn b. Ishaq :

"He has endeavoured to translate all that is essential in the text. Of course he has dealt with the conjunctions freely, very freely, indeed. At any rate he has taken the trouble to convey all the component parts of a sentence including the Grammatical ones

3. Kashkul, Bulaq, 1288 A.H., p. 191.

appreciation of the attainment of the past ages, whereas the stress laid on the observation of the natural phenomena and the repeated reference to past peoples and their sufferings on account of their evil deeds gave a lead to the method of study based on facts and not on mere fantasy and speculation. Great efforts for correctness and exactitude, however, is particularly displayed in Tradition literature.

It is in connection with these studies that several other branches of Arabic literature originated and developed. Biography, History, Law, Jurisprudence, Lexicography etc. all originated and developed in the beginning in connection with study of the Quran and the Tradition. But the most important branches of literature which originated and developed in this connection are the sciences of "formal" and "material" historical criticism which are known as *Ilmur-Riwayāt* and *Ilmud Dirayat*. These sciences lay down the methods and rules which should be observed in handing down and in recording and preserving the historical reports. These Arabian sciences, I think, are unique in the literature of the world. But unfortunately they have not received that attention from the modern Arabists, and critical scholars which they so richly deserve.

The same care and caution which characterised the theological literature in Arabic was also shown with regard to the works on exact sciences. This branch of Islamic studies originated in the Umayyad period. But it took a definite methodical form under the early Abbasids, Since the very early part of the Abbasid period it appears to have been the rule that the translation of the works on technical and exact sciences from Greek, Sanskrit and other languages should be taken up only by such scholars as might be well-versed in their subject matter. We find for example that the Greek and Indian Medical works were translated into Arabic by scholars like Bitriq (?), by his son Yahya, by Stephen, and by the experts in Indian systems of Medicine respectively. Similarly the Mathematical works were translated into Arabic by Mathematicians like al-Fazari and Thabit b. Qurra. The translation of a work done even by a competent translator of recognised merit, if he was not a specialist in the subject matter of the book, was revised and corrected by a specialist. A book on Mathematics translated by Ḥunayn b. Isḥāq, for example, was revised by Thabit b. Qurra

literature. The Arab told his chief plainly, "If you act discreetly as a chief should, you will lord over us, but if you are a prey to pride, go and be proud." "The Arabian Ode", says Layall, "sets forth before us a series of pictures, drawn with confident skill and first hand knowledge, of the life its maker lived, of the objects among which he moved, of his horse, his camel, the wild creature of the wilderness, and of the landscape in the midst of which his life and theirs was set; but all, however loosely they seem to be bound together, are subordinate to one dominant idea which is the poets unfolding of himself, his admirations and his hates, his freedom and the prowess and the freedom of his spirit[1]. "It is a poetry", remarks Nöldeke, "which makes it, its main business to depict life and nature as they are, with little addition of phantasy".[2]

These features of Arabic literature, however, are found in its Islamic theological branches also. The Quran and the Traditions abundantly show them. The boldness of numerous principles clearly and repeatedly preached in them must be recognised even by the superficial students of the Book as well as of the Tradition. Let us think of the life led by the people of Arabia and its adjacent countries, under the Persians and the Romans, and of their social, political and spiritual ideals, and then ponder over the preachings of the Quran and the Traditions: that man occupies the highest position in the universe, and every thing else including the forces of nature has been created for his sake, and he should not bow down before any of them but should try to harness and control them; that man is created for service (of God); that all men have one common origin; that they are all equal and no nation or individual has any inherent superiority over another; that man is essentially good and all his evils are due to bad association and improper guidance; that the ideal pious life is not that of devotion in lonely quarters cut off from human society, but that of purity within human society etc. These are only a few of the bold revolutionary principles which have been repeatedly, clearly and unequivocally preached in the Quran and the Traditions. The respectful recognition of all the true previous prophets, the acceptance of their principal teachings as well as those of the earlier books and other similar statements contained in the Quran show the sympathetic

1. Charles James Layall, Ancient Arabian Poetry, xviii
2. Noldeke, cit. Layall. op. cit, p. xviii

It is a peculiar phenomenon of the history of the nations that an ignorant people ill-equipped with war materials and without any resources, whose sacred book and leader condemned aggression in the strongest terms, was forced by circumstances to measure sword with two most powerful states of the time, simultaneously, and defeated each of them. They entirely neuteralised one of them and secured the possession of some of the most prosperous provinces of the other.

These were the Arabs of the 7th century. They not only conquered several countries and continents in a short time, but also acquired from the conquered peoples, their arts and sciences and soon excelled in them, tested their correctness, introduced considerable improvement in them, and spread them far and wide. The sciences and the arts thus produced by the United efforts of the Arabs and the non-Arabs and the Muslims and the non-Muslims, in the garb of Arabic language and under the supreme guidance of the Arab Caliphs and governors and the Muslim noblemen, are known as Islamic studies.

These studies represent the minds and cultures not only of the Arabs, but of all the thinking people of the medieval period. The striking features of this vast and varied literature is: (1) the boldness of conception and their straight-forward, clear and exact expression, (2) a sympathetic approach and assimilation of the cultural attainments of the previous nations and their critical appreciation, (3) a sincere attempt for a critical study of the natural phenomena and (4) the application of the inductive method to them for the sake of their scientific interpretation.

Most of these peculiarities of Arabic literature can be abundantly illustrated by the pre-Islamic poetry itself and may be easily discerned by those who may take the trouble of perusing "*The Ancient Arabian Poetry*" of Sir Ch. Layall or the English translation of the *Mufaḍḍaliyát* by the same great Arabist. The Arab character of expressing his mind boldly, fearlessly and clearly has been recognised by all those who have made a study of Arabic

Lecture—II

SECULAR SCIENCES

at-Du'afa' wa'l-Matrukin and after them a large number of biographers used it in their works[1].

But it is not correct to say that the European scholars began to use the alphabetical method long after the Arabs[2], for it has been shown that in the *Corpus Glossary* which is believed to have been written about 725 A.D. and has over 2,000 entries, alphabetical order has heen observed upto two initial letters[3]; and in a glossary of the 10th century (British Museum, 3376) the alphabetical arrangement has been carried as far as the third letter[4]. It cannot be said with certainty, whether the Arabs or the Europeans were the first to use the alphabetical arrangement in their vocabularies and lexicographical works. But there is no doubt that Haywood has rightly remarked that "the truth is that in lexicography—as in many other fields—the Arabs occupy a central position both in time and space, between the ancient world and the modern, between the East and the West"[5].

The influence of Arabic *linguistics* and *lexicograyhy* on Hebrew and Syrian linguistics and lexicography cannot,however, be doubted. The earliest Hebrew lexicographer, Sa'diya b. Yusuf (892-942 A.D.), who was the founder of the scientific activities in Judaism, wrote in the introduction to his dictionary that the works of the Arabic authors served him models for his book. "It is significant", says Haywood, "that the terminology of Hebrew grammar—even to the vowel names—is to a great extent borrowed from Arabic." In Syriac grammar and lexicography also there are unmistakable signs of indebtedness to Arabic grammar and lexicography[6].

Like the linguistics and the lexicography many other branches of Arabic literature, like history, geography, scholastic philosophy etc. originated and developed out of the study of the Qur'an and the Traditions.

1. *The Sunan* of al-Tirmidhi 'ed. by Ahmad Muhammad Shakir, Cairo, 1938, p. 47-58
2. Ibid. p.p. 44 46
3. *A survey of English Dictionaries*, London, 1933 p.p. 89.
4. The Romans Lectures, Oxford, 1900, p. 12.
5. Arabic Lexicography, p. 2
6. Ibid, p 121.

adds "the alphabetical method was used by some vocabulary writers as well as lexicographers, like Ibn Durayd (d. 321/934), before al-Harawi and al-Isfahani. But they used it only partially. The earliest lexicography in which alphabetical order was used in its entirity, is the *Asas al-balagha* of *al-Zamakhshari*[1] (b. 538/1144)."

Arabic *linguistics* and *lexicography*, as has been already remarked, originated and developed in connexion with the Islamic religion and its original sources. All the important philologists have emphazised the religious importance of the subject. Ibn Manzur has remarked that around the lexicography revolve the commandments of the Qur'an and of the Hadith[2]. Al-Suyuti has said that lexicography is a part of religion[3]. He has applied in his *al-Muzhir* the whole method and technique of the Tradition of lexicography.

The Arabs, however, gave serious consideration to the application of the alphabetical method to the lexicography and vocabulary in the early period of the history of Islamic culture. Khalil b. Ahmad (d. 175/791) discussed the importance of the alphabetical method in the introduction to his *Kitab al-'Ayn*. But he changed the order of the Arabic alphabets on account of philological considerations. After him, Abu Bakr Muhammad b. al-Hasn b. Durayd discussed the matter further. He confessed the greatness of Khalil as a lexicographer, but he discarded his theory, introduced certain other changes in the order of the alphabets and compiled his *al-Jamhara*, mainly on the basis of the alphabetical order of the radical letters in the words. Al-Zamakhshari also composed his *Asas al-Balagha* entirely on the basis of the commonly accepted order of the radical letters.

Among the compilers of the vocabularies, Abu Bakr Muhammad of Herat, Abu Musa Muhammad b. Abu Bakr of Isfahan and Majd al-Din Mubarak b. al-Athir used alphabetical method in their works. In fact, the alphabetical method had been in use among the Arabic writers since the 9th century. Imam Bukhari (d. 256/873) used it in a part of his Sahih. It was also used in the *Kitab al-Du'afa al-Saghir*, as well as in the *Kitab*

---

1. Ibid, p. 101.
2. Lisanul-Arab, Introduction.
3. al-Muzhir, vol. II, p. 15?

In *al-Nihaya*, which is in four volumes, he arranged about four thousand and fifty rare expressions found in the Traditions. He put the letters of increase under the letter of the roots to which they are added, as it has been explained by him at the end of the introduction to the book.[1]

Al-Nihaya is the most important, most useful and most popular vocabulary of the Traditions. Ibn Manzur, who has criticised it in the introduction to his *Lisan al-'Arab*, has also admired it, saying that its author illustrated excellently the rare expressions contained in the Qur'an and the Hadith and surpassed all the limits in this respect. J A. Haywood has remarked : "All in all, *al-Nihaya* is a most efficient book within its limited scope'.[2]

Simultaneously with the works mentioned above, as well as after them, were composed a large number of books on the *gharib al-hadith*. But the works mentioned above form the landmarks in the history of its development. It is on the one or the other of them that the general plan as well as a large part of the contents of the later works on the *gharib al-Hadith* are based. They influenced the Arabic lexicographical works in general, in their plans as well as in the arrangement of the roots of the words according to their subject matters, followed by Ibn Sida in his *al-Mukhassas* at a much later date. Similarly, the alphabetical arrangement of the roots of the words was first introduced by Abu Bakr Muhammad b. 'Umar (d. 330/941)in his *gharib al-Qur'an*[3], and was followed by Ahmad b. Muhammad al-Harawi in his vocabulary of the Qur'an and the Hadith and was thoroughly utilised by al-Raghib al-Isfahani (d. 501/1108) in his vocabulary of the Qur'an before being consistently taken over by the Arabic lexicographers[4]. "It is perhaps significant that almost all the dictionaries so arranged were restricted to religious vocabularies. The system did not, then, affect the main stream of Arabic lexicography"[5], says Haywood. "Of course," he

1. *al-Nihaya*, vol. 1, p. 9
2. *Arabic Lexicography*. p. 108
3. Brockelman, geschichte der Arabiche literature Vol. I, p. 119.
4. Arabic Lexicography, p.p. 102-103.
5. Ibid p. 103.

critical knowledge of the genuinness and of the defects of the Traditions. He wrote books on all these subjects. These books were well-known at al-Mausil and other places.

He was born at al-Jazira in 544/1149. He studied the various branches of Arabic literature with the reputed masters of them, at various centres of learning and settled down in 565 A.H. at al-Mausil where, at first, he delivered lectures on Islamic subjects. Afterwards he was appointed to responsible posts at al-Jazira by the Zanji chiefs and Sultans. During the reign of Nur-al-Din Arsalan Shah I, he rose to an important position in the Zanji-Sultanate. The Sultan frequently visited him at his residence and consulted him about important affairs of the state. He offered him, several times, the post of the minister of the state. But he always refused it in spite of protests by his father and brother. Indeed, once he was actually appointed as a minister. But when he came to know of it, he wept bitterly. The Sultan having come to know of his grief, went to his residence, excused him from the post and consoled him. About the end of his life he became invalid and was unable to move about. It was during this period that he composed most of his books. He endowed his house and all his properties for the mystics. He died in 606/1210[1].

He was a versatile writer. He wrote several books not only on Islamic subjects but also on arithmetic. His important books are *Jami' al-usul li Ahadith al-rasul* and *al-Nihaya fi gharib al-Hadith wa'l-Athar*.

In the *Jami' al Usul*, which is in ten volumes, he collected the Traditions contained in the six canonical works, in the alphabetical order of their subject matter, explained the rare expressions found in them, gave critical accounts of their transmitters and pointed out all that was necessary in connexion with the particular Traditions. Yaqut has remarked that "he was obsolutely certain that on Hadith no book like it was ever written nor shall it be ever written"[2].

1. *Irshad-al-Arib*, vol. VI, p. p. 238-9 ; Wafayatul *A'yan*, the article on Abul-Sa'adat al-Mubarak.
2. *Irshad al-Arib*, vol. VI, p. 241

occuring in the Qur'an and the Hadith, out of the works of the previous writers. He added to them many more by his own investigation, and arranged them in alphabetical order. This book is more comprehensive and easier to consult than all the previous vocabularies. Therefore, it became more popular than all the previous works on the subject.

Al-Fa'iq of al-Zamakhshari also lost its position after it. For al-Zamakhshari had arranged the whole or part of the Traditions alphabetically and explained all the rare expressions in them, under the root of one of them. Many of them were, therefore, included under entirely different roots. In fact, the arrangement of the various roots of words in *al-Fa'iq* is extremely confusing[1].

Al-Harawi had also, however, missed a large number of such of the rare expressions as were found in the Qur'an and the Traditions as needed explanation. Abu Musa Muhammad b. Abu Bakr of Isfahan (d. 581/1185) compiled, therefore, a supplement to the book of al-Harawi. These two books supplied a very large part of the needs of the students of the Qur'an and the Hadith. But they did not include many of the rare expressions used in the Sahih of al-Bukhari and of Muslim and many of those in other important Hadith-collections.

Abu'l-Sa'adat Majd al-Din al-Mubarak b. al-Athir, therefore, extracted the vocabulary of the Traditions only out of the works of Harawi and al-Isfahani, made considerable additions to them by his own study of the various important collections of the Traditions, explained them on the lines of his two main sources, and compiled them in his book *al-Nihaya fi Gharib al-Hadith wa'l-Athar*. In its introduction, he gave a short critical account of all the important previous works on the subject. It is on this book that the above remarks are mainly based.

Al-Mubarak b. al-Athir was an excellent scholar. He combined the wide knowledge of Arabic literature and linguistics with that of the Qur'an, the Traditions and Islamic law. He was well-versed in the biographies and the character of the Traditionists. He possessed

1. Haywood, op. cit pp. 105-6

This was realized by Abu Sulayman Ahmed al-Khattabi (319-388/931-998). He put together such of the Traditions as were missed by both Abu 'Ubayd and Ibn Qutayba, and commented on the rare expressions in them, according to their plan and standard. In the introduction to his book, he praised the work of his two predecessors and remarked, like Ibn Qutayba, that for a long time he had held that after their works, there was no need for any other vocabulary of the Traditions. But by the actual study of the Traditions he found that both of his predecessors had missed a large number of such of them as needed explanation. He compiled therefore, a supplement to their works according to their plan and standard. But, unlike Ibn Qutayba, he confessed that there still remained Traditions which he could not explain, and hoped that they might be collected and explained by some one who might be favoured by God with the ability to do so[1].

The book of Abu 'Ubayd and its two supplements were recognized as standard vocabularies of the Traditions and were depended upon by the Traditionists for centuries in spite of the fact that several authoritative linguists and Traditionists after them, like al-Mubarrad and Ibrahim al-Harbi and others, compiled after it, many small or big vocabularies of the Traditions. This was because most of them added little to what was collected by their predecessors and some of them were too voluminous to be easily available.

Abu 'Ubayd and his followers, however, had collected the texts of such Traditions as contained unusual expressions, gave their complete Isnads and explained, under each Tradition, such words as were generally unknown, without following any system in arranging their materials. They also did not mention the sources of the Traditions quoted by them. None of these vocabularies, therefore, could be utilized without due care and deep and thorough study.

These defects were realized by Abu 'Ubayd Ahmad b. Muhammad of Herat (d. 401/1010). He left out, therefore, the texts as well as the Isnads of the Traditions while compiling his *Kitab al-Gharibayn* and collected and explained the rare expressions

1. Ibid, vol I p. 6.

able to justify some of his statements[1] The traditions related by Abu 'Ubayd are included in the Sahih of al-Bukhari and in the *Sunan* of Abu Da'ud and al-Tirmidhi.

M. J. de Goeje, in his learned article on the *Gharib al-Hadith*, says that Abu 'Ubayd's memory was as good as that of any Arab narrator which was a matter of wonder. "Of his knowledge of Arabic grammer", writes de Goeje, "he could not be a judge. But as a grammarian he followed the school of Kufa" "The *Gharib al-Hadith*", the only book of Abu 'Ubayd which he had read he adds, "certainly showed his exactitude as well as his learning; but it did not show his originality[2]." Shaikh Kurd 'Ali says that the *Kitab al-amwal* shows Abu Ubayd's wisdom, his deep insight into the subject as well as his wide knowledge of it[3].

The *Gharib al-Hadith* of Abu 'Ubayd, however, did not deal with the whole of the wide range of its subject. Abu Abdullah Muslim b. *Qutayba* (213-276/828-889), therefore, wrote a large supplement to Abu 'Ubayd's work in which he followed his general plan and explained a large number of such traditions as were missed by him. Ibn Qutayba wrote in the introduction to his book that for a long time he was under the impression that Abu 'Ubayd's work completely satisfied the requirements of the Traditionists But its deeper critical study convinced him that he had missed a large number of the Traditions. He therefore, compiled its supplement in which he explained such Traditions as were missed by Abu 'Ubayd, on the lines adopted by him He explained the Traditions more thoroughly and supported his interpretations by a larger number of authorities than his predecessor, and pointed out many of his mistakes. He also wrote an independent treatise on them. But he himself also committed many mistakes[4] He expected however, that after these two books, there would be no more room for further investigation on the subject. But actually he had also missed a large number of such Traditions as needed explanation[5].

1. *Irshadul-Arib*, vol. VI, p. 163
2. Z. D. M. G. vol XVIII, p. 785.
3. *Kunuzul-Ajdad*, p. 70
4. *Fathul-Mughith*. p. 349
5. *al-Nihaya*, vol. 1, p. 5.

the best book on Islamic Law of taxation. It is a mine of information concerning the Islamic system of taxation on various kinds of commodities and shows Abu 'Ubayd's wide and deep knowledge of the subject[1].

He based all his works on some earlier books which he greatly enlarged and improved upon. He based his *al-Gharib* al-*Musannaf* on the work of a Hashimite author, and his *Gharib al-Hadith* and *Gharib al-Qur'an* on the works of Ma'mar. In his *Ma'ni'l Qur'an*, he brought together what was compiled by Ma'mar, Qutrubi and others and added to them their Isnads and a good deal of the results of his own researches.

Ishaq b. *Rahuya* (Rahawaih) observed : "Abu 'Ubayd was a greater scholar than Ahmad b. Hanbal and al-Shafi'I. Hilal b. al-'Ala of al-Raqqa is said to have remarked : "God showed his greatest kindness to us, through four scholar : (i) through al-Shafi'i, who laid down the foundation of Islamic law on the basis of the traditions of the Prophet ; (ii) through Ahmad. b. Hanbal, who held out till the end against the cruelty of al-Ma'mun ; (iii) through Yahya b. Ma'in, who protected the traditions of the Prophet against forgery ; and (iv) through Abu 'Ubayd, who explained the difficult expressions in the Traditions and without whom people would have committed mistakes with regard to them". His command over all the branches of Islamic literature has been generally acknowledged. His zeal for literary work cannot be denied. He divided his nights in three parts In the first part he offered prayer, in the second part he slept and in the third part be did literary work. His piety and truthfulness have been admired by all those who have written about him He was neither vain nor irritable. When he was told that he had committed more than hundred and twenty mistakes in *al-Gharib al-Musannaf*, he calmly replied that it was not such in a book in which ten thousand errors were explained, and added that perhaps if he and the critic discussed these mistakes together, he might be

---

1. Kurd Ali's, *Kunuzul-Ajdad*, p. 70.

appointed him as a judge in Tarsus. He held this post for eighteen years. After this he attached himself to 'Abdullah b. Tahir, the governor of Khurasan, who recognized his scholarly attainments and encouraged him in his literary activities He gave him handsome rewards and a large permanent pension, for the books which he composed and presented to him, Once 'Abdullah was asked by his friend. Abu Dulaf, an eminent general and *amir* and also a scholar of some merit, to send Abu 'Ubayd to his newly-founded town, al-Karaj, to keep his company for two months[1] ; Abu 'Ubayd went to Abu Dulaf who enjoyed his company very much and offered him thirty thousand dirhams at the time of his departure. But Abu 'Ubayd refused it, saying that he lived in the company of a man who had made him free from the need of any help from any other quarter. When he returned to 'Abdullah' he granted him thirty thousand dinars Abu 'Ubayd accepted the gift and said : "O Prince, you have already made me so rich by your munificence, that with this money I would purchase weapons and horses and send them to the border area, so that you might get rich reward from God" In 214/829 Abu Ubayd went to Mecca to perform *hajj*, and stayed there till he died at Mecca, or at Madina, in 223-224/837-838[2].

He composed more than twenty books and treatises, Ibn al-Nadim has mentioned twenty of them, and I. A. 'Arshi has mentioned twenty-five of them[3] in his introduction to the *Kitab al-Ajnas*[4]. All his books are valuable. But perhaps the most valuable of them is *al-Gharib al-Musannaf*, to which he attached great importance[5] It was probably his earliest work. According to al-Zubaydi, it contained Abu 'Ubayd's comments on seventeen thousand nine hundred and seventy unusual Arabic expressions[6].

His *Kitab-al-Amwal*, according to Ibrahim al-Harbi (198-285/831-898), is the weakest of his works.[7] But according to others it is

1. *Mu'jamul -Buldan*, vol. iv, p. 249
2. *Irshad-al-Arib*, vol vi, p p. 162-6 ; Tarikhu Baghdad, vol xii, p.p, 403-16
3. *al-Fihrist*, p. 71.
4. pp. 8-18
5. *Irshadul-Arib*, vol. vi, p 166.
6. Ibid. pp 164-65.
7. *Tarikhu Baghdad*, vol xii p. 413, *Tahdhibut Tahdhib*. vol. viii, p. 316.

Almost simultaneously with Ma'mar and al-Nadr, al-Asma'i and some other linguists also compiled small vocabularies of the Hadith. Each of them made some additions to the work of his predecessors and all of them, except Abu 'Adnan, quoted the complete texts of the Hadith, leaving out the Isnads, and explained, illustrated and commented upon the rare expression found in them. They included in their treatises the sayings of the 'companions' and of the 'followers' and commented upon the unusual expressions in them also.

Far more important and comprehensive than all the Hadith vocabularies mentioned above is the vocabulary compiled by Abu Ubayd Qasim b. Sallam who worked on it for forty years. He collected materials for it, from all the available sources, written as well as oral. In it he put together 526 traditions of the Prophet, added to them their Isnads, arranged them under the names of the Companions, who narrated them, like the collection of the Traditions called the Musnad, explained the rare expressions in them and illustrated them with the early Arabic poems, proverbs and idioms. He also included in his book the important sayings and remarks of about forty-seven 'Companions' and of more than forty 'Followers' and explained them like those in the Traditions. It is one of the most important works on Hadith-Vocabulary. For a long time it was utilized and relied upon by the Traditionists as well as the jurisconsults and the linguists[1].

He was the son of a Greek slave of an Azdite Arab of Herat, with whom his father worked as a porter. He was born between 154 and 160 A.H.[2] He received his education in Arabic linguistics, Hadith and Fiqh at Basra and Kufa. He lived at Baghdad for some time, where he worked as a mu'adhdhin in a mosque and as a teacher, and delivered lectures on some of his books[3], which were attended by many eminent Traditionists[4].

He was at first appointed by Harthama, the governor of Khurasan, as a tutor of his sons, and later on by Thabit b. Malik, the governor of Tarsus, to teach his son. Thabit also

1. *Tarikhu-Baghdad* Vol. XII pp. 403-15; al-Nihaya Vol. 1 p. 2.
2. *al-Fihrist*, p. 78
3. *ZDMG* vol. XVIII, p. 782
4. *Mujamu'l Buldan* vol. IV p. 162 ;

better equipped in the art of discussion, but Ma'mar possessed more sarcastic humour and a sharper tongue than his rival and, therefore, was dreaded and avoided by him. It has been related that once the servant of one of Ma'mar's host dropped soup on his clothes. The host apologized for it, saying that he would replace his clothes by ten garments, But Ma'mar replied: "it did not matter, because the soup contained no grease".

He was the first author to compose a vocabulary of the Traditions. It was very short. But it served as a model for the works on the subject, for more than two centuries.[1] Ma'mar composed about two hundred other treatises on Arabic linguistics and the history of the Arab tribes and their battles. A list of some of his works is given by Ibn al-Nadim[2] and Yaqut.

Almost simultaneously with Ma'mar, another linguist of Basra school, Naḍr b Shumayl (d. 203-4/819-9) composed another vocabulary of the Traditions. Unlike Ma'mar, Naḍr was an Arab and belonged to the Banu Mazin branch of the tribe of Tamim. Some of the members of this tribe had settled down at Marw after its conquest by the Arabs and Nadr was brought there. He was taken out by his father to Basra[3]. Here he was brought up and educated. He also lived with the Bedouins in the desert for a long time. There he acquired mastery of the Asiatic language and poetry. He studied Traditions with the competent Traditionists of his time. At Basra he acquired good reputation as a master and teacher of these subjects. Among his students were reputed Traditionists like Yahya b. Ma'in and al-Madini.

Reduced to extreme poverty, Naḍr had to migrate from Basra to Marw, where he settled down. Here he became rich. But he always lived like a poor man.

He was respected by the scholars on account of his learning and unimpeachable character. When he was leaving Basra for Marw, three thousand scholars, including Traditionists, lawyers and linguists, came to bid him farewell.

---

1. *al-Nihaya*, vol. I, p. 4.
2. *al-Fihrist*, p.p. 53-54.
3. *Tadhkiratul Huffaz*, article on al-Nadr.

al-Hadith wa'l-Athar. Haji Khalifa, after having summarized it, has described partly its later development also. All these treatises and books explain the rare expressions found[1] in the traditions of the Prophet of Islam as well as those in the remarks of his 'Companions' and the 'Followers' and illustrate them with the early Arabic poetry, proverbs and idioms.

The earliest of these treatises was compiled by Abu 'Ubaida Ma'mar b. al-Muthanna (d. 208/13/823-28). He descended from a Jewish family of Bajarwan, a small place in Armenia. His father, al-Muthanna, was converted to Islam and settled down at Basra. Here Ma'mar learnt Arabic linguistics and Islamic Traditions and became throughly conversant with these subjects as well as with the history and geneology of the Arabs. Al-Jahiz considered him to be the greatest master of all the branches of Arabic literature during his time. Ibn Qutaiba and al-Mubarrad held that Ma'mar excelled specially in the history and the genealogy of the Arabs. Among his eminent students were Abu Nuwas the poet, Qasim b. Sallam, the biographer, and Abu Hatim of Sijistan, the Traditionist. In spite of the wide knowledge of Arabic poetry, Ma'mar, however, could not recite it correctly, nor could he read the Qur'an properly.

Faḍl b. Rabi called Ma'mar from Basra to Baghdad, honoured and respected him, and asked him to recite some poems, and enjoyed and appreciated what was recited. Ibrahim b. Isma'il, the secretary to the minister, who was present, asked Ma'mar to explain the use of such expressions in the Qur'an the exact significance of which was not known to the Arabs, e.g., "ru'us al-shayatin" (the heads of the Satans). Ma'mar replied that the Qur'an had followed the usages of the Arab poets in this respect. Imra'u ul-Qays, for example, he said, referred to the tusks of the demons (anyab al-aghwal) in one of his poems.

There was strong rivalry between Ma'mar and al-Asma'i. Both of them were great scholars. Each of them made distinct contribution to Arabic literature as is evident from the list of their books given by Ibn al-Nadim[2]. Al-Asma'i was more cultured and

---

1. Kashfal-zunun, Vol. p.p. 322-32.
2. *al-Fihrist*, Leipzig, 1871, pp. 53-56.

grammer and vocabulary arose out of the study of Vedic literature. Among the Greeks, it was the study of the ancient epics which had quasi-religious importance, that led to the origin of linguistic studies[1]. Similarly, among the Arabs, it was the study of the Qur'an and the Hadith which led to the origin and early development of linguistic studies.

The earliest treatise on Arabic grammar by 'Ali, the fourth Caliph, or by his disciple Abu'l-Aswad al-Du'ali (d. 69/688), was composed in order to keep up the purity of the Qur'an and of the Arabic language. The personality and character of Abu'l-Aswad, as well as the circumstances which led him to the composition of the book, have been discussed by Haywood in detail[2]. As a matter of fact, the period in which the treatise is said to have been composed was the most suitable for such a work. The treatise was seen by Ibnu'l-Nadim[3], Ibn al-Zubaydi, (d. 379/989), al-Qifti[4] (d. 646/1248) and Ibn Khallikan[5].

About a century after the composition of the earliest treatise on Arabic grammar, al-Khalil b. Ahmad (d circa 170/786) wrote the Kitab al-'Ain, the earliest book on Arabic lexicography. Being an extremely religious and godly man, brought up and educated at Basra, an important centre of Islamic learning, and being well-versed in the Hadith, it cannot be doubted that al-Khalil's main object in composing the Kitab al-'Ain was to serve religious literature[6].

It was not long after the composition of the Kitab al-'Ain that treatises and books on *gharib al-Hadith* (vocubulary of the Tradition) began to be compiled. A short critical account of the origin and development of this branch of Arabic literature, till about the end of the 6th century of the Hijra, has been given by al-Mubarak b. al-Athir in the introduction to *al-Nihaya fi gharib*

1. Ibid., p. 2
2. Ibid., pp. 11.17.
3. al-Fihrist, Discourse 11, Section 1.
4. Inba' al-ruwat 'ala anba' al-nuhat, vol. 1, p. 13.
5. The article on Abu'l-Aswad.
6. al-Khalil and his Kitab al-'Ain have been thoroughly discussed by Haywood, op. cit

with unabated vigour, till the last century. Their magnitude may be estimated from the fact that al-Bukhari's Tarikh contained the short biographies of more than 40000 Traditionists. And the *Tarikhu Dimashq* of Ibn 'Asakir, which contains the biographical notices of such Traditionists only as either lived in Damascus or visited it, extends to 80 large volumes, all of which are preserved in the Zahiriya Library and are being edited by Salahuddin al-Munajjid.

Ibn 'Asakir was born in a literary family and learnt the Quran by heart at an early age. He at first studied with his father and other eminent scholars in Damascus, travelled very widely in persuit of learning, sat at the feet of more that 1300 teachers of whom more than 80 were women. Finally he settled down at Damascus and devoted his life to the service of Traditions and the connected subjects.

The development of the biographical dictionaries of the Traditionists created similar interest among the devotees to other subjects also. Therefore, there were composed in Arabic, the biographical dictionaries of poets, of grammarians, of physicians, of saints, of jurists, and judges, of calligraphers, of lovers, of misers, of idiots and other classes of peoples. It has been, therefore, remarked that "the glory of Mohammadan literature is its literary biography". Margoliouth writes that the biographical literature of the Arabs is exceedingly rich.

The study of the Quran and the Hadith led to the origin of Arabic linguistics and lexicography also, just as it led to the origin and development of many other branches of Arabic literature. As a matter of fact, the interest in linguistics among most of the nations arose and developed out of their study of their religious or semi-religious literature.

Among the Chinese, the origin and early development of the linguistics was very largely due to the study of the Buddhist and Taoist texts. Their earliest extant dictionary was composed by Hsu Shen, in order to explain the expressions found in the important canonical treatises.[1] Among the Hindus, the keen interest in

1. John A. Haywood, Arabic Lexicography, Leiden, 1960, p. 6.

This method has been followed by the indexer of the verbal Traditions contained in the *Genuines* of al-Bukhari and Muslim, Muhammad Sharif b. Mustafa al-Tuqadi, a Traditionist belonging to modern Turkey, who completed his concordances in 1312 A.H. They were printed at Constantinople in 1313 His concordance of the Traditions contained in al-Bukhari's *Genuine* give the references to their commentaries by al-Qastalani, al-Asqalani, and al Ayni also. His concordance of the *Genuine* of Muslim give references to its commentaries by al-Nawawi also. Thus the preparation of these two concordances involved the study of more than thirty large volumes

This short account of the indices and concordances of Hadith-works, shows that the Arabs were the earliest people to prepare the indices of large books extending to several volumes on the basis of their manuscripts. But books on other subjects were never indexed by them till the begining of the 20th century, whereas the European writers made the scientific index of every book a necessary part of it, before the beginning of the present century.

An important and vast branch of Arabic literature which was originated and highly developed by the Arabs, independently of any foreign influence, consisted of biographies. It originated with the biography of the Prophet of Islam. The earliest scholars who collected material for it, according to Horowitz, lived before the beginning of the 2nd century of the Hijri era[1]. Some fragments of some of them are preserved in the library of Heidelberg in Germany. The necessity of the critical study of the Isnads in Traditions however led to the compilation of the collected biographies of their narrators, containing their short biography, a critical estimate of their characters as well as their chronology. According to Otto Loth, such works were in common use among the Traditionists in the second century[2]. According to Horowitz, the earliest work of this type was composed about the middle of the second century[3].

The biographical dictionaries of the narrators of Traditions, being begun in the middle of the second century, were continued

1. *Islamic Culture*, Vol. I, pp. 550-558.
2. Z.D.M.G. xxiii, p. 600.
3. *Der Islam* vol. VIII, p 42.

But this book also, like the previous works on the subject, suffered from the mistakes of ommission as well as of commission. Some of them were realised by the author himself who wrote a supplement to it, in which he corrected his mistakes. But several other mistakes also were noted by some later Traditionists like al-Mughlatai, (683-762/1292-1361) Ibn Kathir (d. 774/1373) and others. Ibn Hajar al-'Asqalani collected all these errors and their corrections, added to them many more by his own researches, and published them with the title *Al-Nukat uz Ziraf 'ala'l-Atraf*.

The book of Al-Mizzi, however, in spite of its defects, was considered to be the best and most useful index of Hadith literature, for several centuries. Ibn Hajar himself described it as one of the most important works on the science of Traditions and that it was used in the West as well as in the East[1].

But the largest of the *Atraf* works was compiled by Abul Faḍl Muhammad b. 'Ali al-'Asqalani, generally known as Ibn Hajar. (773-852/1372-1449). He was born in Egypt, got the Qur'an by heart at the age of nine years, acquired excellence in Arabic literature and the Islamic sciences at an early age, delivered lectures on them for more than 40 years and also worked as a judge in Egypt for 20 years. He was liked and respected by all classes of people. He produced more than 140 books and treatises. Some of them consisted of several volumes. Three of his books consisted of the indices of such of the Hadith-works as were not indexed before him.

There were prepared several other indices of Hadith-works after the above-mentioned ones. The general method adopted by their compilers have been already described.

But this method itself had several defects which were noticed by 'Abdul-Ghani al-Nabulusi (1150-1143/1641-1730). He, therefore, introduced certain changes in it. There are also certain other *Atraf* works in which the extracts from the Traditions are arranged in alphabatical order and the names of the narrators are mentioned only incidentally.

1. al-Nukatuz-Ziraf vol. I pp. 4-6

Traditions narrated by their earliest reporters, and of their different *Isnads*.

The earliest of the *Atraf* works relating to the two "Genuines" were compiled about the end of the 3rd/9th century by Abu Muhammad Khalaf b. Muhammad of Wasit. (d. 401/1011) and Abu Masud Ibrahim b. Muhammad of Damascus (d. 401/1010) independently of each other[1].

After them several competent Traditionist compiled many *Atraf* works. An important one among them is the *Tuhfatul-Ashraf bi Ma'rifa-til-Atraf*, by Abul-Hajjaj Yusuf b. Abdul-Rahman of Mizza, a village near Damascus. It consisted of the *Atraf* of the six cononical collections and of those of other small collections of the Traditions.

He was one of the most celebrated Traditionists of his time. All his contemporaries including his teachers, acknowledged his excellence in the Traditions. He had wide knowledge of their narrators, as it is shown by his book "*Tahdhibul-Kamal*[2]."

After having got the Qur'an by heart and learnt Arabic grammer and literature, he began the study of Hadith in 674/1275, acquirad its mastery as well as that of the various branches of Islamic Sciences, from one thousand of their masters, delivered lectures on them for fifty years and held the post of the professor in the Ashrafiyya College for twenty three years. Many celebrated doctors of Islamic sciences, like Al-Dhahabi and Ibn Taymiyya were among his students. He composed several books. But he had special interest in the *Atraf ul-Hadith*. He devoted to it a large part of his life and time. He studied all the previous works on the subject and, after twenty three years of labour, produced the *Tuhfatul-Ashraf*. In it he has prepared the *Atraf* of 1959 Traditions including the repeated ones, which are found in eleven Hadith-works the names of which he has mentioned in the introduction. He corrected the mistakes of his predecessors and added the results of his own study to their works. He has always made his own additions distinct, by adding a letter before them[3].

---

1. *Tarikhu-Baghdad* Vol. VIII, pp. 334-5; *Tariku Dimashq* vol. 1, p. 262; *Tuhfatul-Ashraf*, by al Mizzi vol. I. p. 4.
2. *Al-Tabaqatu'l-Kubra* vol. VI, pp. 351.4
3. *Tuhfatul-Ashraf* vol. 1, pp. 3.4

The extensive development of Hadith-literature led the Arabs to create and develop the special branch of literature which is known as *Atraf ul-Hadith* and consists of the indices of several of the Hadith works some of which extend to more than a dozen of volumes.

Indexing is considered to be a modern art. The earliest index of a book in a European language consisted of the concordance of the Bible. It was compiled by Anthony of Padua (1195-1231). The first authentic concordance of it was prepared by cardinal Hugh (1263) who is said to have employed 500 brother Monks to assist him in its compilation. But the first complete concordance of the Bible was prepared by Alexander Cruden (1737) and his example was followed by other contemporary indexers. Thus in Europe the indexing of books was begun in the 13th century[1], and it was made a necessary part of every book in the 19th century.

But the Arabs began the indexing of the Hadith works about the end of the 9th century and continued it up to the end of 19th century. They were the earliest people to prepare the indices and the concordances of voluminous manuscripts of the collection of the Traditions. These works are technically known as *Atraf ul-Hadith*.

They consist of short extracts, or the description of the titles of the Traditions included in one or more collections of them, and give references to the books, chapters and parts of the book or books in which the complete text of the Tradition are found. The extracts are generally arranged in alphabetical order of the names of their earliest reporters which are arranged in different chapters according to their different categories. They do not attach any importance to the expressions used in the Traditions, nor to their subject matters.

Some of the *Atraf* works relate to the two "Genuines" of al-Bukhari and Muslim ; some of them relate to the four *Sunan* works ; some of them relate to all the Six Cononical collections, and one of them relate to certain parts of the two Genuines and their four important commentaries, which consist of more than thirty large volumes.

These works serve as the indices of the various versions of the

---

1. *Manual of practical Indexing*, A. L. Clarke, p. 20 ; *Index* and Indexing by Collison Robert 1959, p. 17.

The Hadith or the Traditions of the prophet of Islam, however, received a very keen attention of the Muslims since his life time. Some of them put down some of the Traditions during the very life time of the Prophet These treatises are known as *Sahifas*. Several of them are mentioned by some of the Traditionists and also by Goldziher among the modern Orientalists.

After the death of the Prophet, Muslims showed extraordinary activities in learning and in collecting them from their custodians who had settled down in the various parts of the far-flung Islamic empire.

They went from place to place in the different countries, met those who knew even a single tradition of one single sentence, learnt it from him and put it in black and white. Thus developed a movement, known in the history of the Traditions as "Talabul'l-Hadith" or search for the Traditions. Several of the Companions undertook long journeys in order to learn one single Tradition from him who had learnt it from the Prophet directly. Their examples were followed by those who came after them, some of whom boasted that they travelled round the world for the sake of knowledge. From the middle of the 2nd century after the Hijra, it became customary among seekers of the Hadith to undertake long journey in order to gather the knowledge of the Traditions. "From one end of the Muslim world, to the other, from Andalusia to central Asia", says Goldziher, "wandered the arduous indefatigable seekers of Hadith and gathered Traditions from every place in order to relate them to their listeners. The humble title of *al-Rahhal* (the great traveller) or *al-Jawwal* (the great wanderer) is seldom used for them in any other sense than what is generally understood by them. The title *Tawwafu'l-Aqalim* (the wanderer round the world) is no hyperbolical designation for the travellers among whom there were some who could boast to have travelled four times throughout the East and the West". "They travelled throughout these countries" adds the learned Orientalist, "not for the sake of seeing and gaining experience, but in order to meet the Traditionists at these places, to hear Traditions from them and to profit by each of them, just like the bird that sits on a tree in order to pick its leaves"[1].

1. Moh. Studies vol II p. 177.

knowledge. The Qur'an, their sacred book, laid stress on the acquisition of knowledge. It said : "Are those who know and those who do not know, alike"—(xxxix, 9). It recommended that people should write down their contract (ii, 282). The prophet of Islam asked some of his associates, including some women, to learn the art of writing. He released such of the captives of the battle of Badr as taught the art of writing to ten Muslim boys.

As a matter of fact, under the guidance of Islam the Arabs as well as the non-Arab Muslims cultivated, encouraged and helped the scholars of different nationalities professing different religions, to cultivate and work for the advancement of the different branches of knowledge in which they were interested. The Jews, the Christians the Zoroastrians, the Greeks and the Indians, all were brought together in the courts of the Umayyads and the Abbassids and their governors, as well as in those of the Muslim rulers of the conquered countries. Everywhere they were supplied with all facilities to continue to serve the science of their choice.

The interest of the Arabs as well as of the non-Arab Muslims, was at first confined to the learning of the Qur'an and the Hadith i.e the Traditions of the Prophet of Islam The very word "Ilm" (knowledge) was used by them to indicate these subjects only. Their cultural activities also were confined to the learning of the Traditions of the Prophet of Islam from all the available sources and in writing them down in the form of books and treatises

It is therefore that the term 'Islamic Studies' has been used by some scholars to indicate the religious sciences of Islam only like the Qur'an, the Traditions of Islam, Islamic law, Jurisprudence etc. This narrow interpretation of the term "Islamic Studies" spread so widely that some Muslims held that the study of any science other than the Islamic religious subjects, is irreligious. But this is entirly wrong. As a matter of fact, every branch of knowledge which originated with Islam, or was developed under its protection, in any period, is included in the connotation of the term "Islamic Studies". I am personally of the opinion that just as the study of every thing created by God has been recommended by the Qur'an, so every branch of knowledge which is created and developed by the intellect of men, and which helps in the uplift of the human society and its members is included in the scope of Islamic Studies.

I

It is an interesting cultural phenomenon of great importance that the ignorant people of Arabia became the saviours of science and wisdom, and not only cultivated and preserved partly by themselves and partly through other peoples, but also made considerable additions to its various branches, spread it in the East and the West and kept up its glory and grandeur for more than a millennium.

The Arabs of the 6th century A.D. were generally an ignorant lot and were quarreling and fighting among themselves. One of their distinguished poets, Tarafa, lost his life because he did not know how to read. Another of them could save his life by getting a letter read by one of his friends. Another distinguished Arab poet who knew how to read and write, wanted to keep his knowledge secret, because it was considered by the Arabs to be a defect. Their language did not have any word for the writing materials. They borrowed the words for them like Qalam, Qirtas, Kaghaz and Hibr from other languages.

But within two or three centuries they developed calligraphy into a veritable art, and invented several styles of it. Not only their men but also their women excelled in it. They used it not merely for the purpose of writing but also for decorating architectural monuments They borrowed the art of paper-making from the Chinese and established its factories in several places in the East as well as in the West, like Khurasan, Baghdad, Cairo, Cordava etc. From some of these places, paper was exported to certain parts of Europe also.

The advent of Islam revolutionised the character of the Arabs and developed among the contemporary Arabs great love for

Islamic Studies

Khuda Bakhsh Annual Lectures, 1970

Khuda Bakhsh Annual Lectures are delivered every year by some eminent scholar of Persian, Arabic or Islamic Studies. After the Inaugural Lecture of the series by Prof. A. A. A. Fyzee, in 1969, the second lecture was delivered in 1970 by **Dr. Muhammad Zubayr Siddiqi**.

Dr Muhammad Zubayr Siddiqi (d. 1976), took his early education at Patna and Rampur (U.P.). After Matriculation from Calcutta University in 1914, he did his B. A. & M. A. (Persian) from Patna University; and got his Ph. D. from Cambridge in 1925. Appointed as Lecturer of Arabic in Lucknow University in 1926, he joined Calcutta University in 1929 as lecturer in Arabic and Persian Literature, became head of the Deptt. of Islamic Culture in 1940 and retired in 1962.

His works include :

(1) A critical edition of the Firdausu'l-Hikmah, by Ali b. Rabban al-Tabari; (Berlin, 1928), (2) A critical edition of the Tarikh Nama-i-Herat, by Syed b. Muhammad b. Ya'qub al-Harawi (Calcutta, 1944), and (3) al-Siyru'l-Hathith (Hyderabad, 1948), (4) Studies in Arabic and Persian Medical Literature (Calcutta, 1959), (5) Hadith Literature: Its Origin, Development, Special Feature and Criticism (Calcutta, 1961), and, (6) Social position of women through the Ages (Calcutta, 1971).

Published by Khuda Bakhsh Oriental Public Library, Patna, 1986 and English Matter Printed at New Asian Printers—29/7, Phears Lane, Calcutta-73.

Khuda Bakhsh Annual Lectures – 2

ISLAMIC STUDIES

by

Dr. M. Zubayr Siddiqi

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY, PATNA

1986

CONTENTS

Printers : Liberty Art Press, New Delhi and Patna Litho Press, Patna

Publisher : Mahboob Husain for Khuda Bakhsh Library, Patna (Phone 50109)

Editor : Dr. A. R. Bedar

Annual subscription : Rs. 60.00 (Inland), 12-00 Dollars (Asian countries), 24 Dollars (other countries) Rs. 15-00 per copy

Khuda Bakhsh Library

JOURNAL

40

1987

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY
PATNA

Khuda Bakhsh Library
JOURNAL

40

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
PATNA
1987